من کے دریچے

عابدہ سلیمن

www.pdfbooksfree.pk

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

من کے دریچے

عابدہ سبین

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تا کہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے،وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے،سپر موڈز: زندگی،بسمہ،حسیب یا مینجمنٹ وقار سے رابطہ کریں، شکریہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

من کے دریچے

اس حویلی نما گھر کی طرز تعمیر پرانی سہی، مگر اس کے مکینوں کی سوچ اتنی پرانی ہر گز نہیں تھی جتنا کہ اس کی مما نے بنا رکھی تھی۔رسم و رواج کے پابند، پردہ و پرہیز، ایک دوسرے سے محبت اور لحاظ، دوسروں کے لیے ہمدردی اور خلوص اور بزرگوں کے حکم کی پاسداری۔ہاں شاید انہی چیزوں کو مما پرانی سوچ اور گھٹیا ذہنیت کا نام دیتی تھیں کیونکہ ان کے گھر کے ماحول میں تو یہ سب تھا ہی نہیں۔ڈیڈ اور بھیا کو اپنے بزنس سے فرصت نہ تھی، مما کے اپنے ہی مشاغل تھے۔رات کو سونا، دوپہر کو اٹھنا، پھر یوگا، ناشتا اور پھر پارلر، انہیں رات میں روز ہی کسی پارٹی میں جانا ہوتا تھا۔مما کی اتنی ساری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فرینڈز تھیں، روزانہ ہی کسی کے گھر پارٹی ہوتی تھی، کبھی ڈیڈ کی بزنس پارٹیاں، جن میں وہ بڑے شوق سے شرکت کرتی تھیں۔اس کی مما ایک الٹرا ماڈرن خاتون تھیں، بچوں کے لیے ان کے پاس کبھی وقت نہیں رہا اور ڈیڈ! مما کے مقابلے میں کچھ خیال رکھنے والے بچوں کو توجہ دیتے تھے اپنی مصروف زندگی میں سے... ہاں یہ ضرور تھا کہ ڈیڈ چھٹی والے دن کہیں نہیں جاتے تھے، سارا ٹائم گھر پر رہتے، شاید اسی لیے ان دونوں بہن بھائیوں کے دل میں ماں باپ کی طرف سے بدگمانی نہیں تھی، جو اکثر بچوں میں ہوتی ہے۔شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیڈ بنیادی طور پر اس چھوٹے سے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے، شہر کی دنیا میں جاکے بُری طرح خود کو مگن کرکے مما جیسی ماڈرن بیوی کے ہوتے بھی ان کے اندر وہ تمام تر تہذیب و تربیت موجود رہی جو اس گاؤں کی خاصیت تھی۔یہی وجہ تھی کہ اپنی مما سے کہیں زیادہ وہ ڈیڈ کے قریب تھی، البتہ اس کا بھائی بالکل مما پر گیا تھا لیکن احزاز شاہ کے مزاج میں ڈیڈ کی تربیت ضرور موجود تھی ' اپنے بھائی کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے لب مسکرادیئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

'خیریت مس کشف نواز! خود بخود مسکرایا کیوں جارہا ہے؟" مدیحہ کی آواز پر یکدم وہ چونکی پھر ہنس دی۔

"یونہی فارغ بیٹھی تھی سوچا اچھی اچھی باتیں یاد کرلوں۔"

"اوکے! لو چائے..." یہاں شام کی چائے بہت کم لوگ پیتے تھے، خاص طور پر بزرگ سوائے دادی جی کے مگر اس کا شام کی چائے کے بنا گزارا نہیں تھا۔ مدیحہ، حماد احسن وہ اور دادا جی، صرف چار بندے تھے ایسے جو اس وقت چائے پیتے تھے، دادی ماں خلاف تھیں اس جان جلانے والی بیماری کے...

"آج حماد نہیں آیا اب تک...؟"

"وہ تو آج شہر گیا ہے، صبح ہی آئے گا۔میرے پیپرز شروع ہونے والے ہیں ناں ڈیٹ شیٹ لینے گیا ہے۔"

"مدھو! تم کالج میں ایڈمیشن لے لونا!"

"توبہ کرو یار! تمہیں نہیں پتا اماں کو میرا میٹرک کے بعد پڑھنا بہت بُرا لگتا ہے۔حماد بھائی نے صرف اپنی ضد پر مجھے بی اے کرایا ہے۔"

"کیا...؟ دادی اماں تعلیم کے خلاف ہیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں! اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔یہاں گاؤں میں کئی سال پہلے دو لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی مگر بعد میں ان کے غلط قدم اٹھانے پر اب لوگ لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے سے ڈرتے ہیں‘ صرف میٹرک تک اسکول ہے یہاں اور اتنی ہی ہمیں اجازت ہے۔“

”یار مدھو! یہ ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔چند لڑکیوں کے غلط فیصلوں کی سزا ہم معاشرے کی تمام لڑکیوں کو دیتے ہیں۔“

”سو تو ہے کشف! مگر غلط بھی تو ہم جیسی لڑکیاں کرتی ہیں۔پھر چاہے عمر بھر اپنے فیصلے پر پچھتاتی رہیں۔“

”مدھو! تم لو میرج کے خلاف ہو؟“ کشف نے سوال کیا۔

”پتا نہیں کشف! مگر میرے خیال سے محبت صرف شادی کے بعد بہتر ہے۔ اس سے پہلے صرف جذباتیت ہوتی ہے اور بس...!“

”یعنی ہمارے ماں باپ اگر کسی ایسے بندے سے ہمارا رشتہ جوڑ دیں جس کے بارے میں ہم جانتے تک نہ ہوں اور اس کا مزاج‘ خاندانی پس منظر یہ سب تمہارے نزدیک بہتر ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں کشف! میں اس چیز کے خلاف نہیں ہوں۔ہر انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے اپنا نکتہ نظر ہوتا ہے۔ہمارے ماں باپ ہمارے لیے کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو یقینا ہر طرح سے جانچ کر ہمارے اچھے بُرے کا سوچ کر کرتے ہیں۔کیونکہ ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے۔لڑکیاں جب پیدا ہوتی ہیں تب سے ہی ماں باپ کو ان کی فکر ستانا شروع ہوجاتی ہے۔

”مدھو! تم ٹھیک کہہ رہی ہو بالفرض میں تمہاری ہر بات مان بھی لوں مگر تمہارے اندر بالکل بھی یہ خواہش نہیں ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہارے لیے جو لڑکا منتخب کرتے ہیں‘ تم اسے دیکھو‘ اس سے بات کرو تاکہ اس کا مزاج‘ سوچ اور طبیعت کا تمہیں اندازہ ہوجائے۔اس کی پسند نا پسند معلوم ہوجائے‘ اس طرح آنے والی زندگی سہل ہوجاتی ہے۔“

”کشف! میرے نزدیک زندگی کی خوب صورتی اسی چیز میں ہے‘ بالفرض میرے والدین میری شادی ایسے انسان سے کرتے ہیں جسے میں شروع سے جانتی ہوں اس کی سوچ‘ پسند نا پسند ہر چیز کا مجھے علم ہو تو پھر شادی کے بعد کی اور شادی کے پہلے کی زندگی میں کیا فرق رہ جائے گا؟ ایک ایسے انسان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے رشتہ جڑنا' جس کی ہر بات ہر سوچ میرے لیے نئی ہو' دھیرے دھیرے اس کے مزاج کے ہر موسم سے مجھے آشنائی ہو' ہر گزرتے دن میں اس کی پسند مجھے پتا چلے تو زندگی کتنی اچھی لگے گی کہ اس شخص کے ساتھ بھلے عمر گزارنی ہے'پرت در پرت دھیرے دھیرے ہم ایک

دوسرے کو سمجھیں اور جانیں اور جب مزاج آشنائی ہوگی تو زندگی خود سہل ہوجائے گی۔"

"اور اگر پسند نا پسند پر روز تکرار ہو' چھوٹی چھوٹی باتوں پر روز ہی بحث یا جھگڑا ہو تو پھر...؟"

"یہ تو زندگی کا حصہ ہے کشف! لڑائی جھگڑے تو ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو جان کر سمجھ کر شادی کرتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اُف خدایا مدیحہ! تم بہت حیرت انگیز بات کررہی ہو۔" کشف سر تھام کر بولی۔

"دراصل کشف! تمہارے اور میرے ماحول اور سوچ میں جو فرق ہے اس وجہ سے شاید ہم ایک دوسرے کو اپنی بات نہیں سمجھا سکتے۔"

"تو کیا ہوا مدھو! تب بھی میری بس یہ ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے اور تمہیں ایسا ہی انسان ملے جس کے ساتھ تم خوش رہو۔" ان اختلافات کے باوجود مدیحہ اسے بہت پسند تھی' تب ہی تو صرف ایک ہفتہ میں ان دونوں میں اچھی دوستی ہوگئی تھی۔اسے لگتا تھا کہ یہاں آکر اس نے اپنا جیون ساتھی چن لیا ہے۔حماد احسن کی صورت میں اس نے اپنے خوابوں کی تعبیر پالی ہے' اب صرف گھر جاکے ڈیڈ اور مما سے بات کرنا باقی تھی۔

"بہت یاد کروں گی میں تمہیں کشف! تمہارے آنے سے میری بوریت دور ہوگئی تھی۔اچھی دوست مل گئی تھی اب جانے کب ملاقات ہو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ان شاء اللہ بہت جلد ملیں گے مدھو! اور کبھی نہ بچھڑنے کے لیے..." اس کی آنکھوں کی چمک اور لبوں کی کھلتی مسکراہٹ پر مدیحہ بھی مسکرادی۔

"مگر کیا انکل آنٹی مان جائیں گے؟"

"ڈیڈ تو بخوشی مان جائیں گے مگر مما اور بھائی کو تھوڑا ٹائم لگے گا لیکن ہونا تو وہی ہے نا جو میری خواہش ہے۔"

"اللہ کرے!" مدیحہ نے دل سے دعا کی اگر کشف نواز کے روپ میں اسے اچھی بھابی مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔

"چلو کشف! ہم لیٹ ہورہے ہیں۔" حماد اسے چھوڑنے جارہا تھا۔وہ سب سے مل کر اس کے ہمراہ چل پڑی۔اس کے آنے سے سب جتنے خوش تھے' اس کے جانے پر دکھی بھی تھے۔اسٹیشن تک وہ خاموش رہے تھے مگر ٹرین میں بیٹھتے ہی وہ حماد احسن کی اتری صورت دیکھ کر ہنس دی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کشف! مجھے نہیں لگتا ہم دونوں نے مل کر زندگی گزارنے کے جو خواب دیکھے ہیں وہ کبھی حقیقت ہوں گے؟ تمہارے اور ہمارے درمیان ماحول کی یہ دوری..."

"حماد احسن پلیز! میں نے خواب نہیں دیکھے سوچ سمجھ کر کھلی آنکھوں سے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ڈیڈ میرا ساتھ دیں گے۔باقی مجھے کسی کی پروا نہیں۔میں اپنی زندگی مما کے سر پھرے بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ساری عمر اس ماحول میں رہنے کے باوجود حماد مجھے وہ ماحول نہیں بھاتا۔میں وہاں سے دور جانا چاہتی ہوں' پُرسکون اور صاف ستھرے ماحول میں... بناوٹ اور جھوٹ کے اس ماحول میں جہاں صرف ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے لوگ ہراچھے بُرے کام کر گزرتے ہیں۔" وہ جذباتی ہوگئی۔

حماد نے اس کے نرم نازک ہاتھ پر مضبوط ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔"میرا مقصد یہ نہیں تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے پتا ہے تمہارے دل میں خوف ہے لیکن حماد! کم از کم میرے ارادوں کو یوں کمزور مت کرو۔ مجھے پتا ہے شہر کے اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے لیکن تم تو یہاں کے عام لوگوں کی طرح نہیں ہو نا! تم ایک ڈاکٹر ہو' سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ میرے ڈیڈ کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ ان کی تو خود یہ خواہش تھی میرا ہاؤس جاب مکمل ہوجائے تو وہ میری شادی کسی اچھے ڈاکٹر سے کردیں گے۔ اس چیز سے کیا فرق پڑتا ہے کہ تم کسی شہر کے بڑے اسپتال کے بجائے یہاں گاؤں کے لوگوں کی خدمت کررہے ہو۔" کشف نہیں چاہتی تھی کہ حماد احسن اور اس کے درمیان کوئی بھی چیز وجہ اختلاف بنے۔ وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی اور تمام تر حقیقتوں کو سمجھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

...☆☆☆...

"کشف بیٹا! اگر تم نے یہ فیصلہ صرف میری ذات کے سبب کیا ہے تو میں خوش ہوں مگر میں اتنا خود غرض نہیں ہوں بچے! میں سمجھتا ہوں تمہاری تربیت اور پرورش جس ماحول میں ہوئی ہے وہ گاؤں کے ماحول سے بالکل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

الگ ہے۔ محض پندرہ دن گزار کر تم اتنا بڑا فیصلہ کررہی ہو؟ یہ محض جذباتی فیصلہ ہے۔"

"نو ڈیڈ! حماد احسن کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ محض وقتی یا جذباتی نہیں ہے۔ میں نے تمام تر حقیقتوں کو مدِ نظر رکھا ہے اور پھر ڈیڈ وہ بھی تو ڈاکٹر ہے میری طرح۔ یہ ہی خواہش تو تھی آپ کی... ڈیڈ زندگی بھر پیسہ کمانا ہی تو مقصد حیات نہیں ہوتا۔ پیسے کی کمی مجھے یہاں ہے اور وہاں ہوگی۔ حماد احسن انسانیت کے لیے وہاں کے لوگوں کی ہمدردی میں ان کی خدمت کررہا ہے اور میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی ان لوگوں کے لیے کچھ کروں اور رہی اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی بات تو مجھے وہاں کا پُرسکون ماحول یہاں سے اچھا لگتا ہے۔ یقین کریں ڈیڈ! یہ فیصلہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس امید پر کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بچے! مجھے صرف تمہاری خوشی عزیز ہے اور بس! اگر تم خوش ہو تو وہی ہوگا جو تمہاری خواہش ہے۔“ ڈیڈ نے اسے تسلی دی تو وہ مسرور ہوگئی لیکن دھماکا تو ہونا تھا۔جب مما کو یہ بات پتا چلی تو وہ فوراً ہی اس کے سر پر آکھڑی ہوئیں۔اتفاق سے بھیا بھی گھر پر تھے۔

”تم پاگل ہوگئی ہو کشف! اس گندے ماحول میں پندرہ دن گزار کر میری ساری تربیت پر پانی پھیرنا چاہتی ہو؟ کیا چاہتی ہو تم کہ تمہاری مما تا عمر تمہاری شکل نہ دیکھیں؟ میں ایسا ہر گز نہیں ہونے دوں گی‘ ویسے بھی میں نے مسز بخاری سے کہہ دیا ہے دانیال بخاری کے لیے۔“

”مما! یہ ہر گز نہیں ہوگا۔میں فیصلہ کرچکی ہوں‘ میں صرف حماد احسن سے شادی کروں گی۔“

”آخر ان پست ذہن لوگوں نے تم پر کیا جادو کردیا ہے جو تم ہماری بیٹی ہی نہیں رہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”خدا کے لیے مما! اتنی الٹرا ماڈرن ہیں آپ‘ اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے‘ شہر کے جدید ماحول میں رہتی ہیں‘ ہائی سوسائٹی میں آپ کا نام ہے اور سوچ آپ کی کیا ہے؟ جادو ٹونے... خدایا! مما وہ لوگ پست ذہن ہوں نہ ہوں مگر اس طرح کی باتیں نہیں سوچتے۔“

”بس یہ ہی ڈر تھا مجھے اتنی دیر تمہارے باپ کو اس گندے ماحول سے الگ کرنے میں لگی تھی اور اب تم چار دن رہ کر آئی ہو تو تمہاری زبان پر بھی ان کا ہی اثر ہے۔لیکن کان کھول کر سن لو‘ میں ہر گز تمہاری شادی وہاں نہیں کروں گی۔میں ابھی مسز بخاری کو فون کرتی ہوں کہ وہ دانیال اور تمہاری منگنی کی تیاری کریں۔“ ان کا انداز ایسا فیصلہ کن تھا کہ ڈیڈ کو مخالفت کرنی پڑی۔

”سلمیٰ پلیز! ہر بات کو ضد اور انا کا مسئلہ مت بنایا کرو۔ہمارے لیے ہمارے بچوں کی خوشیاں سب سے اہم ہیں۔“

”اگر وہ کنویں میں چھلانگ لگانا چاہیں تو لگانے دوں شاہ نواز احمد!“ وہ تلملا کر بولیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ساری عمر تمہاری میرے خاندان سے نفرت برقرار رہی ہے لیکن آج میں اپنی بچی کی خوشیاں تمہاری نفرت کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔" ڈیڈ کو شدید غصہ آگیا اور وہ دونوں بہن بھائی جانتے تھے کہ ڈیڈ دل کے مریض ہیں' غصے سے ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے سو جہاں کشف لپکی وہیں احزاز شاہ بھی اٹھ کر آیا تھا۔

"ڈیڈ پلیز! آپ غصہ نہ کریں اور مما! اگر کشف نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے تو آپ کو کیوں اعتراض ہے؟ وہ بچی نہیں ہے اپنا اچھا بُرا سمجھتی ہے۔" وہ پہلی بار اس سارے معاملے میں بولا تھا۔

"احزاز تم بھی؟ ارے یہ دونوں باپ بیٹی پاگل ہوگئے ہیں' کم از کم تم تو میرا ساتھ دو۔"

"ہاں ہیں ہم پاگل... لیکن سلمیٰ بیگم! اب تم بھی کان کھول کر سن لو' جو کشف چاہتی ہے وہی ہوگا۔میں دیکھتا ہوں کون مجھے منع کرے گا۔" ڈیڈ چیخ کر بولے مگر اگلے ہی پل سینہ تھامنے لگے۔مما پیر پٹختی اندر چلی گئیں اور وہ دونوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بہن بھائی ڈیڈ کی طرف متوجہ ہوگئے۔آرام سے ان کے کمرے میں لٹا کر انہیں دوائیں دے کر جب وہ باہر آئے تو احزاز شاہ بولا تھا۔

"کشف! یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے' کیا تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے' تم وہاں لائف گزار سکتی ہو؟"

"یس برادر! میں نے بہت اچھی طرح سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"اوکے' تمہاری مرضی! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" احزاز یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وہ مسکرادی یعنی بھیا بھی مان گئے' مما بھی مان ہی جائیں گی۔

...☆☆☆...

ڈیڈ کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی کیونکہ روز ہی اسی مسئلے کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔افسوس کشف کو مما کے توہین آمیز رویئے پر ہوتا تھا۔مما تو ان لوگوں کو انسان ہی نہیں سمجھتی تھیں۔اپنے سسرال سے ہر عورت کو ہی شکایت ہوتی ہے۔مگر مما کو تو ان سے نفرت تھی' وہ بھی انتہا درجے کی اور اس کی وجہ اسے سمجھ نہیں آتی تھی' اگر ان سے اتنا چڑتی تھیں تو ڈیڈ بھی ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سے ہی تھے پھر مما نے انہیں کیسے قبول کرلیا تھا۔ٹھیک ہی کہتا تھا حماد احسن۔"کشف! جتنا آسان تم سمجھ رہی ہو یہ سب اتنا آسان ہے نہیں۔" اب واقعی اسے سمجھ آیا تھا کہ حماد احسن نے اپنی پوری تعلیم شہر میں مکمل کی مگر کبھی ان کے گھر کیوں نہیں آیا حالانکہ وہ ان کا سگا پھوپی زاد تھا۔مما نے کتنے پیار بھرے رشتے ان سے ہمیشہ دور رکھے تھے۔پھوپو' اماں' بڑے ابا' چاچو... صرف بڑے چاچو تھے جو ان کے گھر آتے تھے۔شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی اپنی حقیقت بھول کر شہر کے اس دوغلے ماحول میں رچ بس گئے تھے۔

وہ بظاہر ناشتا کررہی تھی' آج اس کی ڈیوٹی آف تھی اور کچھ اپنی ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی مگر ذہن کہیں اور ہی الجھا ہو اتھا۔ڈیڈ اور بھیا بھی ناشتے کے بعد اخبار دیکھ رہے تھے۔مما اب تک سو کر نہیں اٹھی تھیں۔ناشتے کے بعد وہ ڈیڈ کے پاس آبیٹھی جو اس کا مرجھایا چہرہ دیکھ چکے تھے۔

"کشف! بچے تم ٹھیک تو ہو؟"

"یس ڈیڈ!" بظاہر بے پروائی سے کہہ کر اس نے ٹیبل پر دھرا اخبار اٹھالیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے پتا ہے بیٹا! تم اداس ہو' مگر فکر مت کرو' تم جیسا چاہو گی وہ ہی ہو گا۔"

"مگر ڈیڈ! میں مما کی مرضی کے بنا یہ کیسے کرسکتی ہوں؟ میری خواہش ہے کہ میری اس خوشی میں تمام لوگ دل سے شامل ہوں لیکن مما...؟"

"ایک بات کہوں اگر اپنی مما کی رضامندی کی فکر کرو گی تو یہ خواہش چھوڑ دو۔جس عورت نے مجھ سے میرا ہر رشتہ چھڑوا دیا' میری ماں' باپ' بیوہ بہن' چھوٹا بھائی... اور اسے اس چیز پر ذرا پشیمانی نہیں تو وہ تمہیں بھی ان لوگوں سے ملنے نہیں دے گی۔" ڈیڈ آزردہ لہجے میں بولے۔احزاز نے کبھی ان باتوں پر غور نہیں کیا تھا پر آج وہ بھی سن رہا تھا۔

"ڈیڈ! مما کیوں اتنا بُرا سمجھتی ہیں ان لوگوں کو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیونکہ تمہارے گرینڈ فادر یعنی نانا اور میرے بابا دونوں سگے بھائی ہیں۔تمہاری ماں شروع سے اسی ماحول کی عادی تھی۔اس کے والد نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی مجھ سے کردی مگر وہ ہمارے گھر میں اور وہاں کے سادہ ماحول میں رہ نہ سکی۔کوشش کرتی تو شاید رہ بھی سکتی تھی مگر تمہاری ماں کو تو یہ لگتا تھا کہ اس کی زبردستی شادی کرکے سب نے اس سے دشمنی نکالی ہے‘ وہ نا صرف اپنے والدین سے بلکہ میرے گھر کے ہر فرد سے خفا تھی۔ مجھ سمیت میرے تمام گھر والوں سے نفرت کرتی تھی‘ ہمیں جاہل‘ اجڈ‘ گنوار‘ اَن پڑھ جانے کن کن لفظوں سے نوازتی۔اماں بی نے سب سہہ لیا کیونکہ وہ ان کے جیٹھ کی بیٹی تھی لیکن تمہاری ماں کی دن بدن بڑھتی نفرت نے میرے اندر لاوا بھردیا اور ایک دن میں غصے میں اسے لے کر شہر آیا اور اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑ گیا۔میرے تایا مجھے رکتے رہے مگر میں نہیں رکا۔گھر پہنچا تو میرے ماں باپ الگ مجھ پر برس پڑے کہ میں نے غلط کیا بلکہ اگلے دن ہی وہ مجھے لے کر بھائی کے گھر شہر آگئے‘ ان سے معافی مانگی اور تمہاری ماں کو منایا کہ گھر چلے لیکن تمہاری ماں نے صاف منع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردیا۔بیٹا! ہمارے بزرگ یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔دو بھائی الگ ہونا نہیں چاہتے تھے‘ اس لیے ابا جی نے تمہاری ماں سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ”اگر وہ اپنے بیٹے کا گھر بسانا چاہتے ہیں تو اس کو یہاں شہر میں رہنے کی اجازت دیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میرے گھر کے کسی فرد کو مجھ سے ملنے آنے کی اجازت نہیں ہوگی‘میں چاہوں تو خود گاؤں جاکے مل سکتا ہوں۔“ مجھے یہ شرط قطعاً منظور نہ تھی مگر ابا جی نے ان کی یہ بات بھی مان لی کہ میرا گھر نہ اجڑے‘ وہ نہیں سمجھ سکے کہ گھر دل سے بستے ہیں اور جب دلوں میں جگہ نہ رہے تو گھر نہیں بستے... میں نے ان کی بات تو مان لی مگر ان سے شدید خفا ہوگیا‘ جب تک تایا رہے‘ مجھے سمجھاتے رہے‘ سلمیٰ سے بھی باز پرس کرتے رہے‘ مگر ان کے گزر جانے کے بعد سلمیٰ کو کسی کی پروا نہیں رہی۔مجھے تو پہلے ہی کچھ نہ سمجھتی تھی تایا جی کے بعد ان کا کاروبار میرے کندھوں پر آگیا اور یوں میں بھی اس مصروف ترین زندگی کا حصہ بن گیا۔تم دونوں نہ ہوتے تو شاید میں کب کا چلا جاتا کیونکہ تمہاری ماں کو نہ گھر کی فکر ہے نہ شوہر اور نہ بچوں کی... وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صرف اپنی ذات کے لیے جیتی ہے۔ایسے میں اگر میں کوئی غلط فیصلہ کرتا تو تم دونوں کی زندگی تباہ ہوجاتی اور میں اپنے بچوں کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے تمہاری ماں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو کاروبار اور بچوں میں مگن کرلیا۔ماں باپ سے خفا تھا سو مڑ کر وہاں بھی نہیں گیا لیکن تم نے خواہش کی جانے کی تو تمہیں منع بھی نہیں کیا۔" پہلی بار ایسا ہوا کہ اس نے ڈیڈ کو اتنا کمزور شکست خوردہ دیکھا تھا۔ان کی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ہاں یہ سچ تھا کہ ڈیڈ کی توجہ اور محبت پاکر ہی وہ بڑے ہوئے تھے' مما کی اپنی مصروفیت تھی' ان کے پاس تو شاید اپنے بچوں کے لیے وقت بھی نہیں تھا۔

"ڈیڈ پلیز...!" احزاز اٹھ کر ان کے پاس آگیا۔"آپ کیوں دکھی ہورہے ہیں' مما کو ان کے حال پر چھوڑدیں اور آپ کشف کی شادی کی تیاری کریں۔"

"احزاز! تم چلو گے میرے ساتھ گاؤں کشف اور حماد کی شادی کرنے کے لیے...؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ڈیڈ میری ایک ہی بہن ہے' ہم اس کی شادی دھوم دھام سے کریں گے' یہیں اپنے گھر سے رخصت کریں گے۔"

"ہاں مگر بات کرنے کے لیے تو جانا پڑے گا نا!"

"جب آپ چاہیں میں تیار ہوں' مگر آپ مما کی ٹینشن نہ لیں پلیز! آپ ٹھیک ہوں گے تو ہم جائیں گے نا!"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' مجھے فکر یہ ہی تھی کہ کہیں تم بھی اپنی ماں کی طرح اڑ نہ جاؤ مگر... مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔" واقعی شاہ نواز احمد کو احزاز شاہ کی رضا مندی سے حوصلہ ملا تھا۔وہ بہت پُر سکون اور ہلکا پھلکا محسوس کررہے تھے خود کو۔

"ڈیڈ!" احزاز نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔" میں جانتا ہوں مما کی طرح میں بھی اسی ماحول کا عادی ہوچکا ہوں اگر میں منع کرتا تو صرف اس لیے کہ کشف اس ماحول کی عادی نہیں ہے پر جب وہ ہی راضی اور خوش ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض..."

"شکریہ برادر!" کشف نے بھائی کو مشکور نظروں سے دیکھا تو وہ مسکرادیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

...☆☆☆...

مما نے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔کشف انہیں منانا چاہتی تھی مگر ڈیڈ اور احزاز بھائی کا خیال تھا کہ فی الوقت یہ کوشش فضول ہے سو وہ بھی چپ ہوگئی۔گاؤں جانے کا فیصلہ ہوچکا تھا۔ڈیڈ نے مما کو مطلع بھی کردیا تھا اور اتوار کو ڈیڈ اور احزاز دونوں ہی روانہ ہوئے تھے۔

گاؤں پہنچے تولمحہ بھر کو شاہ نواز احمد کی دھڑکن تھم سی گئی تھی۔برسوں بعد وہ گاؤں آئے تھے۔اماں جی اور ابا جی نے انہیں دہلیز پار کرتے ہی دیکھ لیا تھا۔ان کی آنکھیں ترس گئی تھیں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے... اماں جی تڑپ کے آگے بڑھی تھیں اور شاہ نواز احمد نے ان کے شانوں پر سر رکھ دیا۔ابا جی بھی ان سے گلے لگے کافی دیر کھڑے رہے۔

"السّلام علیکم ماموں جی!" اس کی آواز پر وہ ابا جی سے علیحدہ ہوئے تو اپنے سامنے خوبرو اور ذہانت سے بھرپور آنکھوں والے نوجوان کو دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ حماد احسن ہی ہوسکتا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وعلیکم السّلام بچے!" انہوں نے گرم جوشی سے اسے گلے لگالیا۔حماد احزاز شاہ سے بھی تپاک سے ملا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ڈیڈ کے علاوہ میں بھی کسی کو نظر آیا۔" اس نے سنجیدگی سے گلہ کیا کیونکہ ایک تو اتنا لمبا سفر گاڑی میں اس نے پہلی بار کیا تھا۔دوسرا یہاں پہنچے تو ڈیڈ' ڈیڈ ہی ہورہا تھا اب تک اس پر کسی نے نظر تک نہ ڈالی تھی۔

"ارے بگ برادر سوری بھئی..." حماد احسن نے مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"ماں صدقے جائے پُتر دے..." اماں جی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔زندگی میں پہلی بار تو وہ پوتے کو دیکھ رہی تھیں۔ڈیڈ کے بعد اب اس کی باری تھی۔سب نے باری باری اسے پیار کیا' پھوپو بھی آگئی تھیں۔

"عبد الجبار نظر نہیں آرہا اماں جی..." کافی دیر گزرنے کے بعد ہی انہیں چھوٹا بھائی نظر نہیں آیا تو وہ پوچھ بیٹھے مگر جواب میں سب کے چہروں پر چھائی افسردگی انہیں فکر مند کرگئی۔"اماں جی! کیا بات ہے... آپ لوگ اتنے چپ اور غم زدہ کیوں ہوگئے؟" ان کے استفسار پر اماں جی رو دیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شاہ نواز پُتر! کل تیرے ویر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔بڑی بُری حالت ہے میرے بچے کی..."

"ابا جی... اماں... آپ لوگوں نے مجھے اطلاع بھی نہیں دی؟"

"پُتر! بہو کے ڈر سے..."

"اماں! حد ہو گئی۔صرف اس عورت کی وجہ سے آپ لوگوں نے مجھ سے میرا ہر رشتہ دور کردیا ہے لیکن اس عورت کا غرور کم پھر بھی نہ ہوا۔کہاں ہے عبد الجبار! مجھے ملنا ہے اس سے..."

"ماموں پلیز! آپ ابھی تھکے ہوئے آئے ہیں' کچھ دیر آرام کریں پھر میں آپ کو اسپتال لے جاؤں گا۔"

"اسپتال! مگر اس کے پاس وہاں ہے کون؟"

"پُتر! مدھو ہے وہاں... اس کی دھی...!"

"حماد بیٹا! مجھے ابھی لے چلو' میں برسوں سے بچھڑا ہوا ہوں اپنوں سے... اب صبر نہیں ہوتا۔میرا چھوٹا بھائی اسپتال میں ہے'میں کیسے آرام کرلوں؟ تم چلو بچے!"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"شاہ نواز! کوئی چائے پانی تو پی لے۔ابھی تو آکے بیٹھا ہے۔"

"جی ڈیڈ! اللہ بہتر کرنے والا ہے' آپ پلیز اتنی فکر مت کریں ابھی فریش ہوجائیں پھر چلیں گے۔" احزاز ان کی طبیعت کے باعث پریشان ہوا' وہ تو گھر سے ہی ٹینس تھے اور اب چاچو کا ایکسیڈنٹ... شاید احزاز کے سمجھانے کا اثر تھا کہ وہ خاموش ہوگئے۔فریش ہو کر آئے تو کھانا تیار تھا؟ ابا جی کی خاطر انہوں نے انکار نہیں کیا۔احزاز بھی فریش ہو کر آگیا تھا۔کھانے کے فوراً بعد وہ جانے کو تیار تھے۔حماد انہیں اپنی گاڑی میں اسپتال لے گیا تھا۔عبد الجبار ابھی بھی انجکشن کے زیر اثر تھے لیکن ان کے وجود سے لپٹی پٹیاں انہیں رلا گئیں۔

"مدھو! ماموں... کشف کے ڈیڈ!" حماد نے ہونق بنی مدیحہ کو بتایا۔

"السّلام علیکم ! تایا جی!"

"جیتی رہو بچے!" انہوں نے اس کا سر تھپکا تبھی عبد الجبار کے وجود میں جنبش ہوئی تو شاہ نواز ان کی طرف لپکے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”عبد الجبار میرے بھائی! دیکھ تو... میں تجھ سے ملنے آیا ہوں۔“ ان کے لہجے میں بے تابی تھی‘ آنکھوں میں نمی تھی ان کی آواز پر عبد الجبار نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں۔

”بھائی جی... آپ...؟“ ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے۔

”آنکھیں ترس گئیں... بھائی جی آپ کو دیکھنے کو... میری آخری خواہش تھی کہ زندگی میں ایک بار آپ سے مل لوں پھر ربّ چاہے سانس کی بھی مہلت نہ دے اور سوہنے ربّ نے پوری کردی...“ وہ بہت مشکل سے بول رہے تھے۔

”نا میرے جھلّے بھائی! ایسا نہ کہہ‘ اللہ تجھے میری حیات بھی لگادے‘ اللہ تجھے صحت دے۔“ وہ تڑپ اٹھے تھے۔

”ماموں...!“ حماد نے انہیں پکارا اور آنکھوں کے اشارے سے زیادہ بات کرنے سے منع کیا۔

”اچھا! اب تُو زیادہ باتیں نہ کر‘ جلدی سے اچھا ہوجا پھر باتیں کریں گے۔ میں یہیں ہوں ابھی تیرے پاس...“ انہوں نے بھائی کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھ تیرا بھتیجا بھی آیا ہے‘ تجھ سے ملنے...“ انہوں نے کہا تو احزاز نے آگے بڑھ کر سلام کیا‘ وہ خوش ہوگئے۔

”جُگ جُگ جیو بچے! لمبی عمراں پاؤ۔“ کافی دیر وہ اسپتال میں رہے مگر عبد الجبار کو زیادہ بولنا نہیں تھا تو انہوں نے منع کردیا کہ وہ خاموش لیٹے رہیں۔ شاہ نواز نے مدیحہ کو اپنے پاس بلایا اور

اس سے باتیں کرنے لگے جب کہ حماد اور احزاز باہر نکل گئے۔ واپسی پر حماد اسپتال میں رہ گیا اور مدیحہ ان کے ساتھ آگئی۔

”پتر! نہالے‘ کل سے تُو نے اپنا کیا حلیہ بنالیا ہے‘ جا میری رانی...“ اماں نے مدھو کا ماتھا چوما‘ وہ بھیگی آنکھیں لیے اٹھ گئی۔

”ہاجرہ! میری رانی کے لیے کھانا گرم کرکے لا‘ بھوکی ہے وہ کل سے...“ انہوں نے ملازمہ کو حکم دیا پھر بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ ”شاہ نواز! مدھو دو

اس کے لفظوں میں آنچ تھی جو اسٹیفن کے دل کو چھو گئی۔ اس نے عینی کا بازو تھام کر اسے اپنے پیچھے سے اپنے سامنے بالکل قریب بٹھایا تھا اور اس کے نازک وجود کو بانہوں کی پناہوں میں لے لیا۔

اس پر سحر طاری ہونے لگا تھا۔

''ہاں! مگر وعدہ کرو یہ دیوانگی صرف میرے لیے ہوگی اور عمر بھر کم نہ ہوگی۔''

اس کی محبت کا خمار عینی کنول کو بھی مدہوش کر رہا تھا۔ اسٹیفن جوزف اس وقت کمزور لمحوں کی گرفت میں تھا۔ اس نے لبوں سے عینی کا چہرہ چھوا تھا۔ عینی کی قربت اسے بہکا رہی تھی۔ اس کا تنفس تیز ہونے لگا تھا۔

اس سے پہلے کہ اس کی مدہوشی حد سے گزرتی، یکدم اسے ہوش آیا تھا اور اس نے عینی کو جھٹکے سے دور کیا تھا خود سے اور فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوگاڈ!'' دس از رانگ۔''

دونوں ہاتھوں سے سر تھامے وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ عینی دنگ سی اس کی حالت دیکھ رہی تھی۔

جس ماحول میں دن رات وہ رہتا تھا وہاں صحیح غلط کا اندازہ بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے اور اس کے اندر یہ احساس تھا تبھی وہ شرمندہ تھا۔

''یہ کیا کرنے لگا تھا میں۔''

''اوکے، جسٹ ریلیکس! شاید دیوانگی اسی کا نام ہے۔''

''بٹ دس از رانگ۔ مجھے لمٹس کراس نہیں کرنی چاہیے تھیں۔ ایم سوری، عینی پلیز!''

''اٹس اوکے۔''

اس نے اسٹیفن کا ہاتھ تھام کر اسے صوفے پر بٹھایا اور پانی دیا۔

''تم میرا جنون بن گئی ہو۔ میں نہیں رہ سکتا اب مزید تمہارے بنا پلیز عینی۔''

''بیلیومی! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ (وہ بولی)

''مشکل کیا ہے؟'' اسٹیفن کی آنکھیں اس کے جواب پر حیرت سے پھٹ گئیں۔

''تم جانتے ہو اسٹیفن کہ تمہارے اور میرے بیچ کیا رکاوٹ ہے۔''

''یو مین کہ تم مسلمان ہو اور میں!!'

عینی اسے خاموش کرا گئی۔

جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ اب عینی کی دیوانگی سرد پڑنے لگی ہے یا شاید وہ واقعی اس کے لیے کریزی ہو رہا ہے۔"

"یہ کیا حرکت ہے، کیوں اٹھ آئے تم؟"

"تمہیں فرق پڑتا ہے، میرے ہونے یا نہ ہونے سے۔"

"اسفند! تمہارے ساتھ کیا پرابلم ہے۔"

"میرے ساتھ ہوتے ہوئے تم کسی اور سے بات کرو، مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس نے صاف گوئی سے دل کی بات کہہ دی۔

"وہ میرا دوست ہے اور یونو ویری ویل، یہ فرینڈ شپ کرنا میری ہابی ہے۔ یہ میں نہیں چھوڑ سکتی۔"

اسفند ضیاء اس وقت خاموش ہو گیا مگر اب اکثر ہی ان میں یہ بحث شدت اختیار کرنے لگی تھی۔ اسفند کے چہرے کا اضطراب ان دنوں چھپائے نہیں چھپتا تھا۔ تبھی سعد کو پوچھنا پڑا۔ حالانکہ اس نے اسفند کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

"کیوں بے چینیاں جھلک رہی ہیں ان سنہری آنکھوں میں!"

"تھنگ.....!"

وہ سعد کو کیا بتاتا کہ عینی کے سرد پڑتے جذبات نے بے چین کر دیا تھا۔ وہ جتنا اس کے لیے پاگل تھی، اب لاپروہ ہو رہی تھی۔

"اتنے فاصلے نہیں ہوئے ابھی ہم میں کہ تیری آنکھیں مجھ سے دل کا حال کہنا چھوڑ دیں۔"

"دل ہی تو احمق ہے، کسی حال میں خوش نہیں رہتا۔"

"عینی سے جھگڑا ہوا ہے!"

"وہ ملتی کب ہے، اب کال کرو تو نمبر بزی ہوتا ہے۔ پورا ویک ہو گیا ہے سعد، جانے کیوں میرا دل وہموں کا شکار ہو رہا ہے۔ سعد اس کے بغیر نہیں جی سکتا، مر جاؤں گا۔"

"اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ان شاء اللہ جو ہو گا بہتر ہو گا۔ شاید اس کی کوئی مصروفیت ہو۔"

"کچھ بتائے تو سہی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا وہ اپنے پیرنٹس سے بات کر چکی ہے اور اتوار کو اس نے مجھے اپنے ڈیڈ سے ملوانا تھا۔ بٹ اس نے مجھ سے کوئی کانٹیکٹ نہیں کیا۔"

"ہو سکتا ہے اسی بات کو لے کر ان کے گھر میں کوئی پرابلم ہو اور وہ تمہیں پریشان نہ کرنا چاہتی ہو۔"

"سعد اس کے پیرنٹس اچھے خاصے لبرل ہیں۔ عینی ان کی اکلوتی اولاد ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ اس چیز کو ایشو بنائیں گے۔"

"پھر تجھے کیا بے چینی ہے؟"

"عینی کا بدلتا رویہ۔" اس نے دل کا خدشہ ظاہر کیا۔

"او کے، میں عینی سے بات کروں گا، تو کیوں اتنا ٹینس ہو رہا ہے۔" سعد نے اسے تسلی دی تھی اور محض تسلی نہیں تھی، اس نے عینی

وہ تلخ مسکراہٹ اچھالتی چلی گئی۔اور اسفند ضیاء سعد رسول کی بانہوں میں ڈھے گیا تھا۔

''میرے سچے جذبوں کے ساتھ اتنا بڑا مذاق!''

''اللہ تو دیکھ رہا ہے ناں!''

سعد نے اسے خود سے بھینچ لیا۔

''تمہیں صبر صرف اللہ کی ذات دے گی اسفند۔دل کے قرار کے لیے اس سے رجوع کرو۔''

سعد نے اسے رستہ دکھایا تھا۔یہ سچ تھا کہ اس نے اپنی محبت کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔

لیکن اب اس نے دل کے سکون وقرار کے لیے اس ذات سے رجوع کیا تھا۔اپنے الفاظ اپنے اعمال کی معافی مانگی تھی۔گڑگڑا کے توبہ کی تھی۔

باقاعدگی سے قاری صاحب کے پاس جاتا اور اکثر اپنا وقت ان کی قربت میں گزارتا۔

''اسلام کیا ہے، قاری صاحب.....!''

''اللہ پاک کی ذات اس کی وحدانیت پر کامل یقین اور اس رب کی عبادت واطاعت ہی اسلام ہے۔''

''مجھے اس رب کی ذات پر یقین ہے، مگر وہ اطمینان نہیں، وہ سکون حاصل نہیں ہے جو مجھے آپ کے چہرے پر ملتا ہے۔''

''تمہارے من میں وسوسے ہیں، انہیں دور کرو، سچے دل سے توبہ کرو۔بہت سے افراد ایسے ہیں جو بظاہر ایمان رکھتے ہیں مگر ایمان کے تقاضے پورے نہیں کرتے، تردد کا شکار رہتے ہیں۔تم نے اسلام اللہ کی رضا کے لیے قبول کیا ہے تو اب رب کو راضی کرو، ایمان کامل رکھو۔''

''قاری صاحب! میں گناہ گار ہوں۔مجھے راہ دکھایئے کہ کیسے اب رب سے توبہ کروں۔مجھے اپنے جیسا بنا دیں۔''

''بچے! میں تو خود گناہ گار ہوں۔اس رب کو راضی کرنے کی تگ ودو میں رہتا ہوں۔تم شرمندہ ہو اپنی خطاؤں پر۔اس رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے اور بخشش کرنے والا ہے۔وہ تو اپنے بندوں کی مغفرت کے حیلے بہانے ڈھونڈتا ہے۔بس بندے کو اس سے رجوع کرنا شرط ہے۔''

وہ جیسے جیسے ان کی قربت میں بیٹھتا، اجس کی روح کو تسکین ملتی تھی۔دل کو سکون اور راحت ملتی تھی۔

اسے افسوس ہوتا تھا کہ وہ اب تک کیوں دور رہا ہے اس رب سے، جو تمام جہانوں کا مالک ہے، یکتا ہے، لاشریک ہے۔''

مگر شاید ابھی اس کے صبر کی آزمائش تھی۔

اس کا قریبی دوست اس کے دکھ سکھ کا ساتھی سعد رسول ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوا تھا اور محض چند گھنٹوں میں اسے ہمیشہ کے

میں آج تک آباد ہے، مجھے بھلا وہ بھی نہیں پائی ہوگی۔''

''یو آر امیزنگ دربد عباس۔ایک لڑکی تمہیں دھوکا دے کر کسی اور کی ہو جائے۔''

''اس نے مجھے دھوکہ نہیں دیا اسفند، میرا دل کہتا ہے۔''

اسنے اسفند کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''آئی ڈونٹ نو۔بس اتنا طے ہے دربد عباس کہ محبت صرف دکھ دیتی ہے۔

اس کی یہ بات بھی دربد کو سچ لگی تھی۔

''ہائے ہائے میرے شرٹ!''

سویرے سویرے نہال کی دہائی پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔

''خدا کی قسم ویک اینڈ اتنا اچھا گزرا اور پھر آج سویرے ہی سویرے چخ چخ شروع ہوگئی۔'' ٹیبل پر ناشتہ لگاتے دربد کی جھنجلاتی آواز آئی۔

''ڈونٹ وری! ہم تمہاری جان نہیں چھوڑنے والے۔''

بلال نے عالمی ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

''پتہ ہے مجھے، بے غیرتی کے مقابلے میں سیکنڈ پرائز تو نے ہی جیتا تھا۔'' اس نے پانی سے بھرا جگ ٹیبل پر پٹخا۔

''ہائیں، سیکنڈ.....فرسٹ پرائز کس کو ملا تھا دربد بھائی۔''

طلال جواب تک بے نیاز بنا بیٹھا تھا، اشتیاق سے بولا۔

''آف کورس تجھے۔'' اور یہ سن کر طلال منہ بسورنے لگا تھا۔

''حد ہوگئی ہے، کوئی میرا دکھڑا سن ہی نہیں رہا۔'' نہال نے واویلا مچایا۔

''میاں کبھی کبھار ہو تو کان بھی دھریں۔تم نے تو لڑاکا بیویوں والا وطیرہ ہی اپنا لیا ہے۔صبح سے دہائیاں دیتے ہوئے رات ہو جاتی ہے۔'' دربد نے لاپرواہی سے کہا۔

''طلال نے میری شرٹ جلا دی ہے۔'' نہال نے روہانسی لہجے میں کہا تھا۔بلال نے طلال کو گھورا۔

''بائی گاڈ! ارادتاً نہیں جلائی۔بس استری کو زیادہ ہی محبت تھی اس کی شرٹ سے۔ایسے چپکی عمران ہاشمی کی طرح اترنے کا نام ہی نہیں لیا۔''

''ہاں تجھے جس دن بھی استری کرنی پڑ جائے ایسا ہی ہوتا ہے۔''

وہ غصے سے لال پیلا ہوتا اندر مڑ گیا۔دوسری شرٹ استری کر کے پہنی اور بنا ناشتے کے چلا گیا۔

''پتہ چلے محترمہ کہیں اور کمیٹڈ ہوں پھر! بندہ تین چار لڑکیاں نظر میں رکھے، پھر سیلیکٹ کرے۔''

''لڑکی کیا ہوئی شرٹ ہوگئی جو دل کو بھائی پہن لی، باقی پھینک دیں۔''

''میرے نزدیک عورت کی عزت واحترام زیادہ مقدم ہے۔جس شخص کی نظر میں عورت کا احترام ہوگا وہ یہ سوچ کبھی نہیں رکھے گا۔محبت کرنا بھی ہر کسی کے بس کا روگ نہیں طلال، یہ بھی بڑے دل والے ہی کر سکتے ہیں۔ ہر لڑکی پر عاشق ہونے والے نہیں۔''

درید کو موضوع سنجیدہ کر گیا۔

''کیا ملا آپ کو محبت کر کے؟ نہیں کرنی مجھے ایسی محبت جس کی وجہ سے میں باقی ساری محبتیں فراموش کر دوں۔''

''اب تم پرسنل ہو رہے ہو۔'' درید نے ٹوکا۔

''غلط تو نہیں ہوں ناں!''

''اوکم آن یار! اسٹاپ اٹ۔''

اسفند نے دونوں کو روکا تھا مگر درید سخت موڈ آف کیے اٹھ گیا۔

جانے لوگ کیسے کہہ دیتے ہیں محبت سوچ سمجھ کر اور پرکھ کے بعد کرنی چاہیے۔اس کے نزدیک یہ محبت نہیں، پلاننگ ہوتی ہے۔''

''محبت تو وہ اثر ہے جو اچانک دل پر ہو اور دھڑکنیں منتشر کر دے۔''

''روح کو سرشار کرنے والا وہ جذبہ جو کسی بھی لمحہ دل میں اتر جائے اس کی تیاری نہیں کی جاتی۔ پہلے سے ارادہ نہیں باندھا جاتا۔''

''اور اگر یہ جرم ہے تو وہ پورے دل سے اقرار کرتا ہے کہ اس نے یہ جرم کیا ہے۔اس نے پہلی نظر کی محبت کی ہے۔''

وہ سردیوں کی نرم گرم سی دوپہر تھی۔دو ہفتوں کی سخت سردی اور دھند کے بعد آج سورج سویرے ہی مہربان ہوا تھا۔اور تمام لوگ دھوپ کی اس نعمت (سردیوں میں دھوپ نعمت لگتی ہے) سے بھرپور فیض اٹھا رہے تھے۔وہ بھی فارغ تھا، سو آج دھوپ انجوائے کرنے کا نیا طریقہ اپنایا تھا۔کرسی اور ایک اسٹول اٹھا کر گھر کے باہر آ بیٹھا۔کرسی پر بیٹھ کر ٹانگیں اسٹول پر پھیلائیں۔اس سے دو سال بڑا بھائی یاسر عباس بھی کینو لے کر وہیں آ گیا۔

''کینو صرف آج مزے دار لگے ہیں۔''

وہ دونوں بھائی ہلکی پھلکی شوخیوں کے ساتھ کینو کھا رہے تھے۔دو سال بڑا ہونے کے باوجود یاسر سے اس کا مذاق چلتا تھا۔

''آپس کی بات ہے، یہاں بیٹھ کر دھوپ اور آنکھیں دونوں سینک رہے ہو تم۔''

اس نے پل بھر کی چوری بھی پکڑ لی تھی یاسر کی۔

''مجھے جیسے شریف آدمی پر اتنا بڑا الزام!''

اس نے سعی کی نہ اسے ضرورت تھی۔

''آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا۔''

پہلی بار جب اس نے یاسر سے اس کا فون نمبر لے کر فون کیا تھا تو وہ حیران رہ گئی۔

''یاسر سے، کیا تمہیں بُرا لگا۔''

''نہیں تو، بس.....!!''

یہ اس کی پہلی کال تھی۔ پھر وہ اکثر آفس سے آ کر شام میں اسے کال کر لیتا تھا۔ بات ہمیشہ وہ مختصر سی کرتی تھی۔ کال صرف وہ کرتا تھا۔ میرب نے کبھی اسے کال نہیں کی تھی مگر اتنا جانتا تھا کہ ان میں اچھی انڈر سٹینڈنگ ہو گئی تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ میرب کے لیے وہ کیا ہے۔ مگر وہ میرب اعجاز کو دل کی تمام شدتوں سے چاہنے لگا تھا۔

اسکی سحر کا آغاز اور دن کا اختتام میرب اعجاز سے ہونے لگا تھا۔

''آج کالج نہیں گئیں۔''

''اوں ہوں۔''

اس کی آواز میں تازگی نہیں تھی۔

''تم ٹھیک تو ہو میرب!''

''ہاں! میں بزی تھی۔ گھر میں کچھ گیسٹ آئے ہوئے ہیں۔''

اس نے ٹالا، حالانکہ دریدا نداز ہ لگا گیا تھا کہ وہ کچھ چھپا رہی تھی۔

''تم ٹینس ہو!'

''کچھ پرسنل پرابلم ہیں بس۔''

اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتیں کہ اپنے پرابلمز شیئر کر سکو۔'' اس نے افسوس سے شکوہ کیا۔

''شاید ابھی آپ سے شیئر نہ کرنا میری مجبوری ہو۔''

اس کے لہجے میں مان تھا۔

''او کے، ایز یُو وِش۔''

اس نے بنا خفا ہوئے سہولت سے فون بند کر دیا تھا۔

دو تین دن وہ بھی مصروف رہا جو اس نے میرب کو کونٹیکٹ نہیں کیا۔ مگر اس دن دوپہر میں وہ جلدی گھر آ گیا تب ہی راستے میں میرب بھی کالج سے آتے ہوئے اسے ملی تھی۔

وقت نے دھیرے دھیرے انہیں قریب کر دیا۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ سے واقف تھے، سمجھتے تھے بلکہ اسفند ضیاء کو تو لگتا تھا کہ وہ چاروں ہی اس کے لیے اہم بنتے جا رہے ہیں۔

''یک نہ شد دو شد، بگ بی! آپ بھی نہال کو فیور کرتے ہیں۔ مجھ سے بھی پیار کر کے دیکھیں، میں بھی برا نہیں۔''

''تجھے پیار کرنے والیاں بہت ہیں، ہمارے پیار کی تجھے ضرورت نہیں۔'' دربدنے فوراً کہا تھا۔

''کل کس کو لیے بائیک پر گھوم رہا تھا۔''

''اتنا بڑا الزام میری شرافت پر۔'' احتجاج کروں گا، دھرنا دوں گا۔'' طلال نے چلا کر کہا۔

''چھتر بھی کھائے گا۔'' بلال نے لتاڑا۔

''ایویں ہمارے ہاں دھرنے کا رواج عام ہے۔ ہمیشہ دھرنے دینے والوں کی مانی جاتی ہے۔''

''تجربہ کر کے دیکھ لے پھر۔'' دربدنے اکسایا۔

''نہ بابا..... اکثریت میری مخالف ہے، اقلیت کو ہمیشہ مار پڑتی ہے۔'' وہ ڈر گیا۔

''کاکا سمجھدار ہو گیا۔''

''اس ملک کا بچہ بچہ سیاست میں ہی سمجھدار ہے کیونکہ اسے ایک ہی سبق پڑھنے کو ملتا ہے، سیاست، سیاست، سیاست۔''

''اس ملک کے بچے ہی تو ناسمجھ ہیں، انقلاب ہمیشہ نوجوانوں نے برپا کیا ہے مگر آج کا نوجوان کیا سوچتا ہے؟''

''یہ ہی کہ اس کی گرل فرینڈز کی تعداد اس کے دوست سے کم کیوں ہے۔ اس نے کونٹیکٹ میں لڑکیوں کے نمبر کی گنتی کم ہے۔ ہمارے ملک میں ہر چیز کا استعمال غلط ہوتا ہے چاہے وہ موبائلز ہوں یا انٹرنیٹ۔''

''مجھ پر ڈائریکٹ اٹیک نہ کریں، یہ سارے معاشرے کا المیہ ہے۔'' طلال نے کہا۔

''ہم سارے معاشرے کی ہی بات کر رہے ہیں۔''

''معاشرہ سدھارنا حکمرانوں کا کام ہے، ہمارا نہیں۔''

''یہ ہی خامی ہے ہمارے اندر طلال، تبدیلی اپنی ذات سے شروع ہوتی ہے۔''

اسفند نے رسان سے سمجھایا۔

''لگتا ہے آپ کو اس ملک میں تبدیلی آ سکتی ہے جس ملک میں ساٹھ سال سے چہرے تبدیل نہیں ہوئے جہاں حکومت وراثت سمجھ کر کی جاتی ہے۔ جہاں تعلیم و شعور کا فقدان ہے۔''

''اور یہ شعور کون آ کر بیدار کرے گا ہم میں۔ اب اقبال نہیں آئے گا جو انوں کو جگانے۔ یہ شعور ہمیں خود بیدار کرنا ہو گا اپنے اندر تبدیلی ہمیشہ اپنی ذات سے شروع ہوتی ہے۔''

''رئیلی!'' ایک اشتیاق تھا جو اس کے معصوم چہرے پر اترا تھا۔

اس نے پیڈ اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

''مجھے آج جلدی گھر جانا ہے، میری مما کی طبیعت خراب ہے۔'' وہ خود ہی بتانے لگی۔

''آپ کو ٹرسٹ ہو تو آپ چھوڑ جائیں، میں مکمل کر دوں گا۔''

''تھینکس! میری مما اکیلی ہیں ہاسپٹل میں، مجھے ان کے پاس جانا ہے۔''

''اللہ آپ کی مما کو صحت کاملہ عطا کرے۔ آپ فکر نہ کریں جائیں۔'' اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا تھا۔

❁.....❁.....❁

دو سال کے بعد اپنے گھر میں قدم رکھا تھا مگر یہاں آ کر ایسا لگا کہ دو سال کہیں درمیان آئے ہی نہیں تھے۔ گلی سے لے کر گھر تک کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ آج بھی براؤن گیٹ کے باہر اعجاز عارف ایڈووکیٹ کے نام کی پلیٹ نمایاں تھی۔ وہ لب کچلتا اندر آ گیا۔ صحن میں ہر چیز یوں ہی رکھی تھی جیسے وہ چھوڑ کے گیا تھا۔ گملوں کی تعداد اور ترتیب تک نہ بدلی تھی۔

بوگن ویلیا کی بیل آج بھی ساری دیوار پر پھیلی ہوئی تھی۔ انار کے پیڑ کے پتے اب بھی سبز تھے۔ چارپائیاں وہی تھیں۔ برآمدے تک آیا تو وہاں بھی ہر چیز ویسی تھی، حتیٰ کہ امی نے اس کی مخصوص چیئر جس پر بیٹھ کر وہ پڑھتا تھا، ہلائی تک نہ تھی۔

''درید.....''

یاسر کی پہلی نظر پڑی تھی اس پر۔

''امی، ابو درید آ گیا.....''

وہ زور سے چیختا اسکے گلے لگ گیا تھا۔ امی بھی باہر آ گئیں۔ ان کی آنکھیں نم تھیں۔ درید نے انہیں بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''جیتے جی ہی مار بیٹھا ہمیں۔ پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔''

ان کی بات پر وہ شرمندہ تھا۔ امی بہت کمزور ہو گئی تھیں۔

''ایم سوری..... اچھا ابو کہاں ہیں.....؟''

''اپنے کمرے میں ہیں۔''

یاسر کے بتانے پر وہ خاموشی سے ان کے کمرے میں آیا تھا۔ ابو سو رہے تھے یا شاید دواؤں کے زیر اثر تھے۔ وہ ہولے سے چلتا ان کے پاس آ بیٹھا تھا۔ کتنے ویک ہو گئے تھے۔ چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ اسے شدت سے افسوس ہونے لگا کہ وہ کیوں دور رہا اتنے عرصے..... اپنے گھر، اپنے ہر رشتے سے شاید اس کے وجود کا احساس تھا کہ ابو نے آنکھیں کھولی تھیں۔

''درید.....'' ان کے لب ہولے سے ہلے تھے۔ درید نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

زندگی میں پہلی بار دربید عباس کو اپنی نیچر کی لاپرواہی بہت بُری لگی تھی۔ دو سال گنوا دیے..... دو پل بھی کر یہ ہی بات پہلے امی یا یاسر سے پوچھ لیتا تو آج یوں نہ بیٹھا ہوتا۔

''تیرے چہرے پر یہ ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہیں۔''

یاسر نے اب اس کے چہرے پر غور کیا تھا۔

''بس یار، افسوس ہو رہا ہے کہ میں دو سال اپنے گھر سے دور رہا، کاش میں خود کو بدل لیتا تو یہ لمحے نہ گنواتا۔''

''دیر آید، درست آید.....''

یاسر نے مسکرا کر کہا۔ پھر سنجیدہ ہوا۔

''ایک بات اور پوچھوں۔''

''ہاں! میرب کی کال کیوں اٹینڈ نہیں کی تو نے۔''

''تجھے پتا ہے کہ اس نے مجھے کال کی تھی۔''

''ہاں، تو نے نمبر بدل لیا تو اس نے مجھ سے تیرا نیا نمبر لیا تھا۔''

یاسر نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''تیرے اور میرب کے بیچ کچھ ہے دربید.....''

''اگر کچھ تھا بھی تو میری اپنی غلطی کی وجہ سے ختم ہو گیا۔'' وہ گہری سانس لیتا اٹھ گیا۔

۞.....۞.....۞

"Where are you Asfand Zia? Please call me back."

وہ عشاء پڑھ کر گھر آیا تو اس نے سیل چیک کیا۔ چھ مس کالز اور تین SMS دربید عباس کے آئے ہوئے تھے۔ اس نے فوراً ہی کال کی تھی۔

''کہاں مر گیا تھا..... کال کر کر جان آدھی رہ گئی میری۔'' بنا سلام دیا کیے اسٹارٹ ہوا تھا وہ۔

''ایم سوری یار! موبائل Silent Mode پر تھا، مجھے پتا نہ چلا۔''

''تجھے پتہ نہیں چلے گا کسی دن میں بھی Silent Mode پر چلا جاؤں گا۔''

''اچھا بک نہیں، یہ بتا انکل ٹھیک ہیں۔''

''ہوں، ہی از فائن ناؤ۔''

''تھینکس گاڈ..... پھر کب آ رہا ہے؟''

''میرڈلائف۔'' ریحاب بڑبڑائی۔

''اب قصور تو سارا تمہارا ہے ناں! تم میرے اور میرب کے بیچ فاصلے کی وجہ بنی ہو۔''

''صحیح، کمزوریاں اپنی، الزام میرے سر۔'' تمہاری عادت کا علم ہے مجھے۔ انکل آنٹی کتنے نالاں ہیں تمہاری عادتوں سے۔''

محبت کرتے تھے مگر کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ میرب اعجاز کون ہے۔ ان کی فیملی کیسی ہے۔''

''میں نے سوچا تھا عمر پڑی ہے جان لوں گا۔'' اس نے خجل ہو کر سر کھجایا۔''

''اچھا پھر عمر پڑی ہے، مناتے رہنا میرب اعجاز کو۔ جواب تمہاری شکل دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہے۔''

''یوں تو مت کہو، کوئی تو ہیلپ کر دو میری۔ دو سال پہلے ہی اپنے ہاتھوں سے گنوا چکا ہوں۔'' اس نے معصوم بننے کی ایکٹنگ کی۔

''میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ میرے میاں مجھے لینے آ گئے ہیں، میں سویرے ملتان جا رہی ہوں۔''

''رئیلی! تم ملتان میں رہتی ہو۔''

''ہاں! میرا سسرال ہے وہاں۔''

''بس پھر میں تمہارے گھر کے سامنے دھرنا دوں گا کہ اس لڑکی کی وجہ سے میری زندگی برباد ہو گئی۔ میری محبت مجھ سے روٹھ گئی۔''

''جوتے بھی کھاؤ گے، تمہیں شاید علم نہیں کہ میرے میاں ایس پی ہیں۔''

اس کے بتانے پر وہ منہ بنانے لگا۔

''اس کا سیل نمبر دے دو، خود منا لوں گا۔''

''خود ہی لے لینا۔'' وہ اسے چڑاتی وہاں سے ہٹ گئی۔

''تھینک یو۔''

وہ توجہ سے اسٹڈی کر رہا تھا جب شناسا سی آواز پر چونکا۔ نگاہیں اٹھائیں تو سیاہ اسکارٹ کے ہالے میں وہ ہی چہرہ پُروقار مسکراہٹ لیے کھڑا تھا۔

''اس دن آپ میری ہیلپ نہ کرتے تو میرا اسائنمنٹ مکمل نہ ہوتا۔''

''اٹس مائی پلیژر!'' وہ مسکرا کر بولا۔

''آپ کی مما کیسی ہیں.....؟''

''بہتر ہیں، مگر ابھی چھٹی نہیں ملی۔''

''تو آپ کے فادر۔''

چہل قدمی کرتے ہیں، میں اور نہال ابا جی کی جھڑکیاں کھاتے ہیں۔"

"اور تب ہی ہم دونوں نے فیصلہ لیا ہے کہ اس ویک اینڈ پر ہم ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ ہمارا ویک اینڈ خراب کر دیتے ہیں۔" نہال نے پُر جوش انداز میں فیصلہ سنایا تھا۔

ریحاب واقعی صبح چلی گئی تھی۔ اب میرب سے بات کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ جو بھی ہے میرب اعجاز تمہیں منا تو میں لوں گا مگر اس سے پہلے میں نے کچھ اور سوچا ہے۔ اس نے اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنایا اور یاسر سے تمام باتیں شیئر کریں۔"

"اب امی ابو کو منانا تیری ذمہ داری ہے۔ لیکن یہ طے ہے کہ یاسر کہ شادی مجھے صرف میرب سے کرنی ہے۔"

"اور اگر وہ نہ مانی۔"

"وہ من جائے گی، آئی بیلیو، مگر کیا امی ابو مان جائیں گے۔"

"آج تک تیری ایسی کوئی خواہش ہے جو انہوں نے رد کی ہو۔ مگر اعجاز انکل کی طرف سے کچھ۔"

"اچھی بات منہ سے نکال یاسر۔ میں جا رہا ہوں یہ معاملہ تیرے سپرد کر کے اور اب صرف جب ہی آؤں گا جب تم سب کو منا لوں گیا ور مجھے یقین ہو جائے گا کہ میرب اعجاز صرف میری ہے۔"

"او کے!"

"ایک کام اور کر دے، مجھے اس کا سیل نمبر دے دے۔"

"وہ ریحاب کی طرح خوش مزاج نہیں ہے، ریزروی ہے۔ میری بھی اس سے زیادہ بات چیت نہیں ہے۔"

"غلط! وہ بہت خوش مزاج لڑکی ہے۔"

یاسر بولا تھا تب ہی امی آ گئیں۔

"دریدا ایک دو دن رک جاتا اور۔"

"امی میری چھٹی کل ختم ہو رہی ہے، پھر اسفند نے بھی فون کر کے تنگ کیا ہوا ہے۔"

اس نے گھر میں سب کو اسفند کے بارے میں بتا دیا تھا۔ امی کو تو اس سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

"اچھا اگلی بار اسے لے کر آنا ساتھ۔"

"ہاں! یاسر کی شادی پر ضرور لاؤں گا۔"

"تیری بھی ساتھ ہی کروں گی۔"

"دیکھیں گے۔"

ابھی اسے لوٹے ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یاسر نے اسے فون کر کے بتایا۔

''سب راضی ہیں، صرف میرب نہیں مانتی۔ انکل بھی خوش ہیں مگر وہ صرف میرب کی مرضی کے بنا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے۔''

''مجھے اس سے بات کرنی ہے یاسر پلیز مجھے اس کا نمبر دو۔''

وہ بے چین ہو گیا۔ یاسر نے اسے ریحاب کا نمبر دیا تھا۔

''ریحاب! تمہاری بہن احمق ہے اسے سمجھاؤ پلیز۔''

''کیا ہوا.....؟؟''

''مانا کہ میں سزا کا مستحق ہوں۔ وہ جو چاہے سزا دے مگر یہ نہ کرے۔ وہ منع کر رہی ہے۔ ریحاب اسے سمجھاؤ۔''

''تم خود اس سے بات کیوں نہیں کرتے۔''

''وہ میری سنے گی؟''

''ہاں!''

''اس کو ریحاب سے میرب کا نمبر مل گیا تھا اور رات میں ہی وہ اس کا نمبر ملا رہا تھا۔ دو تین بار ملانے پر کال ریسیو کی تھی اس نے۔

''ہیلو.....کون؟''

شاید وہ نیند میں تھی۔

''دریدعباس۔''

اس کی آواز سن کر دوسری طرف سناٹا چھا گیا تھا۔

''میرب پلیز فون بند مت کرنا.....''

''ایم سوری میرب پلیز.....! تم مجھے جو سزا دو گی میں سہہ لوں گا، مگر انکار مت کرو۔ میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا۔''

''دو سال سے میرب اعاز کی خبر لی آپ نے۔''

''بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا میں۔ مانتا ہوں، تسلیم کرتا ہوں اپنی ہر خطا۔ مگر دو سال کیسے جیا یہ میرا رب جانتا ہے میرب..... ہر رشتہ سے قطع تعلق کر بیٹھا تھا میں۔''

''ایک بار مجھ سے پوچھ تو لیتے، بنا کچھ کہے، بنا بتائے چلے گئے، مڑ کر دیکھا تک نہیں۔ ہر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں خود آپ سے شیئر کروں گی ہر بات۔ انتظار تو کرتے، وقت تو دیتے مجھے۔''

اس کی آواز میں نمی گھل گئی، جو دریدعباس کا دل کاٹ گئی۔

''مجھے اس وقت اپنی دنیا تباہ ہوتی نظر آئی تھی میرو، میں نہیں سہہ سکتا تھا کہ تم کسی اور کی ہو۔''

لڑکے کے الفاظ تھے کہ بم، وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔تعزیت اس کا مطلب.....''

وہ ابھی اس شاک سے نہیں نکلا تھا کہ سیاہ اسکارف ہمیشہ کی طرح لپیٹے حریم فاطمہ اندر آئی تھی۔اس کا چہرہ اس کے دکھ کی گواہی دے رہا تھا۔آنکھیں گریہ وزاری سے سوجھی ہوئی تھیں۔گہرا حزن وملال تھا اس کی آنکھوں میں۔

''سر.....آپ.....؟''

اس کی آمد یقیناً اس کی توقع کے قطعی برعکس تھی.....

''بہت افسوس ہوا حریم، مجھے تو یہیں آ کر علم ہوا کہ تمہاری والد کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔''

''جی سر، مما بھی مجھے تنہا کر گئی۔''

''اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور تمہیں صبر عطا کرے۔(آمین)''اسفند نے گہرے ملال سے کہا تھا۔حریم نے چہرے پر تیزی سے پھیلنے والے آنسو صاف کیے۔اس کا دکھ اسفند کو شدت سے دل میں اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تنہا رہنا کتنا کٹھن ہے۔اس نے عمر تنہا گزاری تھی، مگر وہ مرد تھا اور حریم ایک کمزور دوشیزہ..... ہمارے معاشرے میں ایک لڑکی کا تنہا زندگی گزارنا بہت مشکل امر ہے۔شاید تب ہی اس نے حریم کے دکھ کو بہت محسوس کیا تھا۔

''بگ بی نہیں آئے اب تک۔''

طلال نے ایک بار پھر گھڑی پر نظر ڈالی جو دس بجانے والی تھی۔ان چاروں کے چہروں پر فکرمندی جھلکنے لگی۔وہ تو عشاء پڑھ کر سیدھے گھر آتے ہیں۔''

''وہ مسجد نہیں گئے آج، میں پوچھ آیا ہوں۔''

نہال نے بتایا۔درید کے چہرے پر اس وقت سب سے زیادہ پریشانی تھی۔

''لائبریری سے پتا کر کے آؤں۔''

''وہاں سے وہ روز کے ٹائم پر نکل آیا تھا۔''

درید خود جا کر معلوم کر کے آیا تھا اور اسی باعث وہ بہت پریشان بھی تھا کہ آخر اسفند لائبریری سے کہاں گیا۔نماز پڑھنے وہ گیا نہیں حالانکہ وہ لائبریری سے سیدھا مسجد جاتا ہے اور پھر سیدھا گھر۔''

''تم لوگ پلیز کھانا کھالو۔آ جائے گا وہ۔''

درید نے کہا۔اس کے انتظار میں اب تک کسی نے کھانا تک نہیں کھایا تھا۔درید نے زبردستی انہیں کھانا کھلایا اور ان کی تسلی کے لیے دو چار نوالے خود بھی لیے حالانکہ اس کا دل اسفند میں اٹکا ہوا تھا۔دس سے سوئی گیارہ کا ہندسہ بھی کراس کر گئی تھی۔سیل فون اس کا سوئچ

''مجھے تمہاری تنہائی کا احساس ہے حریم، کیونکہ خود میں نے بھی ایک عمر تنہا گزاری ہے۔''

''شاید یہ تنہائی ازل سے ہمارا مقدر ہے سر جی۔ پہلے میں اور مما بھی تنہا تھا اور اب مجھے یہ کڑا وقت تنہا گزارنا ہے۔ پھر جی..... آپ نے جس طرح میرا ساتھ دیا، میرا حوصلہ بڑھایا، آپ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھول سکتی۔''

''میں نے جو کیا وہ انسانیت کے ناطے میرا فرض تھا حریم، خدا کے لیے اسے احسان کا نام نہ دو۔''

اس نے نرم لہجے میں اسے ٹوکا تھا۔

''سر آپ کے پیرنٹس بھی نہیں ہیں۔''

''نہیں، عرصہ ہوا وہ خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔''

''پھر آپ اکیلے رہتے ہیں، بہن بھائی بھی تو ہوں گے ناں آپ کے ساتھ۔''

''تمہاری طرح اکیلا ہوں میں بھی، ہاں چار بہت اچھے دوست اللہ پاک نے عطا کیے ہیں جنہوں نے میری تنہائی دور کر دی۔''

اس نے فرسٹ ٹائم اپنے بارے میں کچھ بتایا تھا اسے۔

شام میں دربدا اس سے پوچھ رہا تھا۔

''تو گیا تھا حریم کی طرف؟''

جواب میں اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''تجھے نہیں لگتا اسے تیری ضرورت ہے۔ کتنے دن بعد آج تو گیا حالانکہ وہ ان دنوں بہت بڑے دکھ سے گزر رہی ہے اور اسے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔''

''آف کورس! اسے کسی ہمدرد کی ضرورت ہے، مگر دربدا عباس ہم کبھی بھی خود کو دوسروں کے سامنے Define نہیں کر سکتے، ہماری نیت ہمارے دل کا حال صرف ہمارا رب جانتا ہے۔''

''واٹ ڈو یو مین!'' دربدا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ مجھے سر کہتی ہے۔ بہت احترام دیتی ہے۔ میرے دل میں بھی اس کا احترام بہت زیادہ ہے۔ مگر لوگ دلوں میں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ جو تم کہہ رہے ہو وہ قطعی غیر شرعی ہے۔ میرے روز اس کے گھر جانے سے اس کے وقار پر کوئی حرف آئے، مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ یونو، وہ لڑکی تنہا ہے۔''

جس گہرائی میں وہ سوچتا تھا، دربدا وہ نہیں سوچ پایا تھا۔ مگر اب اسے لگا کہ اسفند ٹھیک کہہ رہا ہے۔

''یو آر رائٹ..... مگر یار پھر بھی دن بھر اکیلی رہتی ہے اور تو جانتا ہے کہ اکیلے انسان کو ہزاروں سوچیں ستاتی ہیں، کم از کم فون پر ہی سہی، اسے حوصلہ دیتے رہنا۔''

ان دونوں کے لیے یہ باتیں شدید حیرت اور تاسف کا باعث تھیں۔ بلال کے دل ٹوٹنے کا دکھ اور پھر ایک کم عمر بچی کے ساتھ رشتہ طے کرنا۔

''اور بلال چپ چاپ مان گیا۔''

''کیا کرتا، ہمیں یہ حق کب حاصل ہے بگ بی، کہ ہم اپنی مرضی سے کر سکیں۔ بلال نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ اب چاہے عمر بھر وہ خود نہ رہے مگر یہ طے ہے کہ ابا جی کے سامنے کچھ نہیں بولے گا۔''

''غلط..... یہ غلط ہے، بلال کو اسٹینڈ لینا چاہیے۔''

''ابا جی سے بدتمیزی کرے یا ان کے سامنے اَڑ جائے؟''

''نہیں، وہ انہیں قائل کرنے کی کوشش تو کرے۔ اپنی پسند اپنی محبت کا تو بتائے۔''

''بلال بھائی کی خاموشی ان کی محبت کی وجہ سے ہی ہے۔ وہ خود پر ہونے والی زیادتی سہہ لے گا مگر مریم آپی پر آنچ نہیں آنے دے گا۔''

''اس کے بغیر جی لے گا۔''

''ان کے ساتھ جینا زیادہ کٹھن ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ اگر بلال بھائی نے مریم آپی کا نام بھی لیا تو خاندان بھر میں فساد برپا ہو جائے گا اور ہر شخص صرف مریم آپی کو قصوروار ٹھہرائے گا۔''

''اس کی وجہ؟''

اسفند نے پہلی بار کچھ پوچھا تھا۔ وہ صرف سن رہا تھا۔

''سب سے بڑی وجہ کہ وہ چچا کی دوسری بیوی کی اولاد ہیں اور چچا نے اپنی پسند سے شہر کی زیادہ پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کی تھی۔ مریم آپی نے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے، اپنی امی کی طرح۔ اور ہمارے خاندان میں زیادہ پڑھی لکھی لڑکیوں کو ویسے ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔''

''2013ء میں بھی اتنی جہالت، حالانکہ اب تو گاؤں دیہات کے لڑکے لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کر کے اچھی جاب کے متلاشی رہتے ہیں۔ زمانہ بہت بدل گیا ہے طلال۔''

''زمانہ بدل کر کہیں بھی چلا جائے، ہمارے ابا جی کے اصول نہیں بدل سکتے۔ یونو دریدبھیا! میں صرف اسی لیے اپنی زندگی فل ٹائم انجوائے کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے پاس یہ چند سال ہیں جو میں اپنی مرضی اپنی خوشی سے جی سکتا ہوں۔''

''ویری سیڈ! بائی گاڈ مجھے اتنا گہرا شاک لگا کہ اس دور میں بھی جب دنیا اس قدر ایڈوانس ہو گئی ہے، اب بھی ایسی سوچ!''

''اور تم دیکھو دریدبھیا، کہ پھر بھی طلال نے خاموشی سے ان کی بات مان لی، حالانکہ آج کل کی اولاد اپنی بات منواتی ہے۔''

''اس لیے کہ ان کے پاس کوئی آپشن نہیں ہے۔''

وہ الٹا اسے ہی دھمکانے لگی تھی۔ دریدحیرین رہ گیا اس کی چالاکی پر۔ اسے گھورا تو وہ ہنس کر اٹھ کے بھاگ گئی۔

وہ تین دن رہا۔ صرف پہلے دن کے علاوہ باقی دو دن بہت اچھے گزرے تھے اس کے۔ خاص کر دریدکی والدہ کے ساتھ گزرا بہت اچھا رہا۔ واپسی پر آتے وقت بہت پیار سے انہوں نے کہا تھا۔

''یہ گھر جتنا دریدکا ہے اتنا ہی تمہارا ہے، جب دل چاہے اپنا گھر سمجھ کے آ جانا۔''

''کیوں نہیں آنٹی، ان شاءاللہ!''

''اگر تم مجھے دریدکی طرح امی کہو گے تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔''

''ضرور کہوں گا، امی کہنے کی حسرت تو میرے من میں دم توڑ گئی تھی، لیکن اگر آپ کو اچھا لگے تو میں ضرور کہوں گا۔''

وہ مسکرا کے بولا تھا۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ یاسر بھی بغلگیر ہوا تھا۔

''تم سے مل کر بہت اچھا لگا۔ مگر حیرت جس بات پر ہوئی وہ یہ ہے کہ تم جیسا اچھا اور شاندار آدمی دریدکا دوست کیسے بن گیا۔''

''جیسے اب تیرا بنا۔''

دریدنے جل کر کہا تھا۔

بہت اچھی یادیں دل میں لیے وہ ملتان آیا تھا۔ مگر یہاں آ کر جو پہلا جھٹکا لگا کہ گھر لاکڈ تھا۔ یعنی وہ تینوں اب تک گاؤں سے نہیں آئے تھے۔

''اللہ خیر کرے، ورنہ طلال کہاں ٹکنے والا ہے۔''

وہ دونوں ہی فکرمند ہوئے تھے۔ فریش ہو کر انہوں نے بلال اور طلال دونوں کے نمبر ٹرائی کیے تھے مگر دونوں نے ہی کوئی رسپانس نہ دیا۔ پھر دریدتو لیٹ گیا اور اس کا ذہن حریم کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے بھی اس نے ایک بار اسے کال کی تھی مگر کسی نے او کے ضرور کی تھی بات نہ کی۔ اب اس نے پھر سے نمبر ڈائل کیا تو نمبر سوئچ آف تھا۔ حریم نے اسے کئی مس کالز کی تھیں پھر اب کیوں آف تھا نمبر۔ بظاہر وہ مطمئن سا تھا مگر جانے کیوں ذہن الجھ سا گیا۔ پہلے بلال اور اب حریم۔

بلال تو صبح ہی آ گیا۔ مگر وہ اکیلا نہیں تھا، اس کے ساتھ مریم بھی تھی۔ اور جب اس نے بتایا کہ انہوں نے کورٹ میرج کر لی ہے تو دریداور اسفند دونوں شاکڈ رہ گئے۔

''اتنا غلط قدم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''بہت مجبور ہو گیا تھا۔ لیکن اگر تم لوگوں نے بھی نہیں رکھنا تو بتا دو، میں دوسرا ٹھکانہ ڈھونڈ لیتا ہوں۔''

سمجھ سکتے تھے وہ کہ اس وقت بلال کی کیا کنڈیشن ہو گی۔

منع کر دیا۔

''خالہ! میں اس کی خیریت پوچھنے آیا ہوں۔''

''ابھی وہ بہت سہمی ہوئی ہے بیٹا۔نہیں ملنا چاہتی کسی سے۔''

یہ حریم کی وہ ہی پڑوسن تھی جو اس کے پاس رہتی تھی۔

''ہوا کیا ہے حریم کو؟''

''اللہ جانے، میں تو اپنے سسر کی فوتگی پر گئی ہوئی تھی، واپس آئی تو اس کی حالت بہت ابتر تھی۔وہ تو سانسیں تھیں جو بچ گئی۔''

وہ بہت سادہ سی گھریلو خاتون تھیں۔اس لیے اپنے اندازے میں بتا رہی تھیں۔

اس نے بہت کوشش کی تھی مگر حریم ملنے پر تیار نہ ہوئی۔

اس رات وہ پوری رات کرسی پر بیٹھا رہا۔نیند تو دور کی بات، وہ لیٹ بھی نہ پایا تھا۔آخر اسے کیوں ایک غیر لڑکی کی اتنی فکر ہے!

دُرید صبح جاگا تو حیران رہ گیا۔

اسفند کا بستر خالی تھا۔حالانکہ فجر پڑھ کر وہ لازمی لیٹتا تھا۔مگر آج صحن میں بیٹھا جانے کیا سوچ رہا تھا۔دُرید نے فی الوقت چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

آج بھی آفس سے سیدھا وہ ہاسپٹل گیا تھا۔خالہ نہیں تھیں اور حریم گھٹنوں میں سر دیے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔وہ لب بھینچ کر کئی لمحے کھڑا رہا۔

''حریم!''

اس کے پکارنے پر وہ بری طرح چونکی تھی۔اس کے چہرے پر خوف کے آثار تھے، جو اسفند نے شدت سے محسوس کیے تھے۔وہ آہستگی سے چلتا اس کے قریب آیا تھا۔حریم سہم کر پیچھے کھسکی تھی۔

''حریم! تم ٹھیک ہو اب۔''

اسفند نے پوچھا۔جواباً حریم کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور لب لرز رہے تھے۔اس کی یہ حالت شدید تکلیف دہ تھی۔آخر کیا ہوا تھا جو حریم اس حال تک پہنچ گئی۔

''حریم پلیز ڈر کیوں رہی ہو، میں ہوں اسفند۔''

وہ اس کے بیڈ کے پاس ہی کونے پر بیٹھ گیا تھا۔حریم کئی لمحے اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہی۔پھر جانے کیا ہوا وہ خود سمجھ نہ سکا کہ حریم پاگلوں کی طرح آ کر اس کے سینے سے لگی تھی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر رونے لگی تھی۔اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی۔

دریدا اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھتا رہ گیا۔ وہ شروع سے کم بولتا تھا ان سب میں مگر اس نے آج سے پہلے اسفند کو اتنا پریشان، اتنا بکھرا ہوا نہیں دیکھا تھا۔

''اچھا، نہیں پوچھتا مگر تو سو جا، ورنہ مجھے بھی نیند نہیں آئے گی۔''

''لیٹ جاتا ہوں مگر نیند نہیں آئے گی۔'' اور وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

صبح وہ تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔ یہ صورتحال درید کے لیے پریشان کن تھی۔ اس پریشانی میں ناشتہ بھی بڑی خاموشی سے کیا جا رہا تھا۔ تب ہی وہ اٹھ کر آ گیا۔

''کہاں؟؟ ریسٹ کر، میں نے تیرے آفس فون کر دیا ہے.....''

اس نے اسفند کو روکا۔

''آفس نہیں جا رہا کچھ ضروری کام ہے جلدی آ جاؤں گا۔''

''اسفند تجھے اتنا تیز بخار ہے کہ تیرا چہرہ بھی سرخ ہو رہا ہے بخار سے اور تو کہتا ہے جانا ضروری ہے۔''

''درید پلیز میں میڈیسن لے لوں گا۔''

اس نے فٹ سے کہا تھا۔ درید بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

اس کی فکر ان سب کو ہو رہی تھی جسے آج کل اپنی تو فکر تھی ہی نہیں۔

دو دن بخار رہا مگر اسے جیسے پرواہ نہیں تھی۔

''کہاں ہے تو.....!!''

''میں آؤٹ آف سٹی ہوں، کل آؤں گا۔''

درید کے لیے یہ خبر کسی جھٹکے سے کم نہ تھی۔ اسفند فون کاٹ چکا تھا۔ وہ حریم کو لے کر جس در پر آیا تھا وہاں اسے یقین تھا کہ حریم کو مکمل محفوظ پناہ ملی تھی۔ امی اور یاسر اس کی اچانک آمد اور اس کے ساتھ لڑکی دیکھ کر حیران ہوئے تھے مگر اس نے حریم کے سامنے کوئی بات نہیں کی۔ اسے ڈاکٹرز کی تجویز کردہ میڈیسن دی تھی۔ جب وہ پُرسکون نیند میں چلی گئی تو وہ امی کے پاس آیا تھا۔

''امی! حریم بے سہارا ہے۔ اس کے والدین اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔ گھر کے پیچھے اس کے رشتے داروں نے حریم کی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ یہ وہاں بالکل محفوظ نہیں تھی اس لیے میں یہاں لے کر آیا ہوں۔''

''اس کی حالت دیکھ کر میں سمجھ گئی تھی کہ بچی کسی صدمے کے زیر اثر ہے۔''

''جی، بہت گہرا اثر لیا ہے حریم نے۔''

اس نے جھوٹ کہا تھا۔ مگر اللہ سے معافی بھی مانگی تھی۔ امی نے اسے یقین دلایا تھا، وہ حریم کا بہت خیال رکھیں گی۔ آتے وقت

''یہاں تمہیں کوئی پرابلم ہے؟'' اس نے حریم کی طرف دیکھ کر سوال کیا تھا۔ وہ جز بز سی ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔ دربید اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں آتا ہوں۔''

اسے لگا کہ شاید اس کی موجودگی میں وہ کھل کے بات نہ کرے، اس کے جانے کے بعد اسفند نے سوال پھر دہرایا تو اس نے پانی سے بھری آنکھوں سے اسفند کو دیکھا تھا۔

''میں مزید کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتی۔ میرے اکاؤنٹ میں اتنا پیسہ ہے کہ میں اپنا خرچ بخوبی چلا سکتی ہوں۔''

''تم نے خود کو بوجھ کیوں کہا۔'' ساری بات نظر انداز کر کے اسفند نے سوال کیا تھا۔

''سر..... برا وقت جو تھا بیت گیا۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ پھر مجھے جہاں جو پرابلم ہوئی میں آپ سے کانٹیکٹ کر لیا کروں گی۔ پہلے آنٹی تنہا تھیں مگر اب یاسر بھائی دربید بھائی دونوں کی وائف ہیں۔ مجھے مزید یہاں نہیں رہنا پلیز.....''

''وہاں جا کر کیا کرو گی حریم! اکیلے رہنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔''

''اکیلا پن عمر بھر کا ہے۔ میں عارضی سہاروں کی عادی ہو گئی تو پھر کیسے رہ پاؤں گی۔''

''مگر ابھی میں تمہیں وہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''پلیز.....'' وہ گڑگڑائی۔

وہ مزید بات کرتے مگر امی آ گئیں اور انہوں نے بات کو وہیں چھوڑ دیا مگر اس کے چہرے پر جو پریشانی اُتر آئی تھی وہ دربید دیکھ چکا تھا۔

''کب تک..... اسفند ضیاء، کب تک خود کو کسی کی بے وفائی کی آگ میں جھلساؤ گے۔ جس نے کبھی تمہیں چاہا ہی نہیں، اس کے لیے اپنا آپ برباد کر رہے ہو۔ اور جو تمہیں چاہتی ہے.....!'' اس کی آخری بات پر اسفند نے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ بھلا تمہیں کسی اور کی آنکھوں میں محبت نظر کب آتی ہے۔ تمہیں تو وہ ہی آنکھیں سچ لگتی ہیں جو دھوکہ تھیں۔''

''وہ میری عزت کرتی ہے، بہت احترام ہے اس کی نظروں میں میرے لیے۔''

''تو.....! جہاں عزت کی جائے وہاں محبت نہیں ہو سکتی۔ کب تک خود کو دھوکہ دو گے اسفند..... صرف عزت اور احترام کے لیے وہ آنکھیں بند کر کے تمہارے ساتھ آ گئی تھی۔ کیوں کرتی ہے وہ تم پر اتنا اندھا اعتماد، میں بتاتا ہوں۔ پیار کرتی ہے وہ تم سے، تبھی اپنی زندگی کے ہر فیصلے کا اختیار تمہیں سونپ دیا ہے۔ مگر تم..... تمہاری طرف سے اسے کیا ہمیشہ کا انتظار ملے گا۔''

''یہ فقط تمہاری سوچ ہے دربید۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھاما تھا اور خود کو ریلیکس کرنے کے لیے کچھ دیر طلال اور نہال

لفظوں سے آپ کو تکلیف ہوئی، اس کے لیے میں سخت شرمندہ ہوں۔"

اس کے لفظوں پر اسفند نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ جس کی ساری توجہ اس کی طرف ہی تھی۔ مگر اس کے لیے حریم فاطمہ بالکل نئی تھی۔ اس نے آج تک اس کو بنا اسکارف کے نہیں دیکھا تھا مگر اس وقت وہ سر پر صرف دوپٹہ لیے ہوئے تھی۔ یقیناً نکاح کے وقت اسے تیار کیا گیا تھا۔ وہ ڈریس چینج کر چکی تھی مگر چہرے پر میک اَپ اب بھی موجود تھا۔ کئی لمحے وہ نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا۔ اس کے پاکیزہ اور معصوم حسن کو دیکھ کر.....

"میں ناراض نہیں ہوں۔ اس بات کو لے کر پریشان نہ ہونا۔ ہاں جو کچھ ہوا یہ میرے اور یقیناً تمہارے لیے بھی غیر متوقع تھا۔ مگر میرا ایمان ہے کہ بنا اللہ کی مرضی کے کچھ بھی ممکن نہیں۔" اسفند نے نظریں اس کے چہرے پر ہی جمائی ہوئی تھیں اور اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ باہر چلا گیا۔

"اگر تیری یہ ہی حالت رہی تو تیرے آفس والے تجھے فارغ کر دیں گے۔" محض پندرہ دن بعد پھر وہ فیصل آباد کے لیے تیاری کر رہا تھا۔ جب اسفند نے ٹوکا تھا۔

"کیا کروں..... دل نہیں لگتا اب....." اس کے لہجے میں سچائی تھی، محبت تھی۔ اسفند کئی لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"میری مانو، میرب کو یہیں لے آؤ۔"

"کہا تھا میں نے اسے، وہ نہیں مانی۔ کہتی ہے کہ امی کے پاس رہے گی۔" اس نے بیگ بند کرتے ہوئے اسفند کو جواب دیا تھا۔

"اس نے ایم ایڈ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ محترمہ کی شادی ہو گئی ہے مگر پڑھائی کا جنون نہیں گیا۔"

"اچھا ہے ناں۔"

"تو بھی چل ناں..... حریم خوش ہو جائے گی۔ پچھلی بار میں گیا تو اس کی نظریں کتنی دیر گیٹ کی طرف رہیں کہ شاید تم بھی آئے ہو۔"

"تم پاگل ہو درید عباس۔" وہ آنکھیں چرا کر بولا۔

"تو کیا تم نے صرف ذمہ داری نبھانی ہے۔ تمہیں حریم سے محبت نہیں ہے۔ بول..... چپ کیوں ہے۔ درید پوچھ رہا تھا۔"

ٹھیک ہی تو سوچ رہا تھا کیونکہ وہ جس دن سے آیا تھا مڑ کر اس نے نہیں دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ پہلے خود روز فون کرتا تھا اور اب کبھی حریم ہی کال کر لیتی تو ٹھیک وگرنہ اس نے کال تک کرنا چھوڑ دی تھی۔

"تجھے دیر ہو رہی ہے..... جا....." وہ سنجیدگی سے اس کا کاندھا تھپک کر اٹھ گیا تھا۔

"موڑ لو..... سچائی سے جب تک منہ موڑ سکتے ہو موڑ لو اسفند ضیاء، مگر ایک دن تمہیں احساس ہو گا۔"

دو ماہ گزر گئے تھے اسے آئے۔ ان دو ماہ میں درید کا تیسرا چکر تھا اور وہ جیسے بھول گیا تھا کہ کسی کی آنکھوں میں اپنے نام کے دیے

''ایک دم زبردست امی تجھے یاد کر رہی تھیں۔'' وہ سر ہلا کے مسکرا دیا تھا۔

''میرب ٹھیک تھی، اسے بھی لے آتے۔'' سوچا تو تھا، چلو پھر کبھی سہی۔ درید ہولے سے مسکرا کر بولا۔

''السلام علیکم!'' وہ اندر داخل ہوئی تھی۔ اسفند نے اس کے سلام کا جواب بہت اچھے موڈ میں دیا تھا۔ اس کی خیریت دریافت کی تھی۔ حریم کے دل پر جو بوجھ تھا کہ شاید وہ اب تک ناراض سا ہے، کم ہوا تھا۔

''چلو گی ابھی اپنے گھر.....!''

''اسفند! ساڑھے نو ہو رہے ہیں، صبح چلے جانا۔'' درید نے فوراً ٹوکا تھا۔

''صبح یار میں بہت بزی ہوں۔'' اس نے درید کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ناگوار سے تاثر تھے۔

''چلیں حریم!''

''جی.....'' وہ تبھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بہت خاموشی کے ساتھ سفر گزرا تھا۔ نہ اس نے کچھ کہا اور نہ ہی حریم کو کوئی بات کی تھی۔ بائیک گھر کے عین سامنے روکی تھی اس نے۔ اپنے گھر کا لاک کھول کر قدم اندر رکھتے ہی اس کا دل بری طرح لرزا تھا۔ ایک خوفناک حادثہ اس کی ساری زندگی پر محیط ہو گیا تھا۔ وہ اس گھر سے جڑی ساری خوشگوار یادیں جیسے بھول گئی تھی۔ بس وہ ہی دل دہلانے والا منظر یاد رہا تھا۔

اسفند نے یقیناً اس کی حالت نوٹس کی تھی تب ہی تو اس کا یخ ہوتا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام کر قدم آگے بڑھائے تھے۔

حریم کا یہاں آتے ہی جیسے دم گھٹنے لگا تھا۔ جانے کیوں وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ حتیٰ کہ اسفند جیسے گھنے سایہ سے بھی یکدم ہی خوف آنے لگا۔ بمشکل اس نے اپنی ضرورت کا سامان نکالا تھا اور چھوٹے سے بیگ میں ڈالا تھا۔

''اور کچھ چاہیے۔'' اسفند کی آواز پر وہ جیسے چونک گئی۔ اس کا پسینے میں شرابور چہرہ اسفند کی نگاہ سے اوجھل نہیں تھا۔ حریم نے نفی میں سر ہلایا۔

''او کے، چلو.....'' اس نے حریم کا ہاتھ تھاما۔ دوسرے ہاتھ میں بیگ اٹھایا تھا۔ رستے میں اس نے حریم کی حالت کے پیش نظر اسے کولڈ ڈرنگ پلائی تھی۔

''ناؤ ریلیکس پلیز.....! تمہارے چہرے پر جو آثار ہیں اگر گھر جا کر بھی رہے تو سب کے سوالوں کی زد میں آ جائیں گے ہم.....''

''اور خاص کر میں..... درید نے تو میری بات پر یقین بھی نہیں کرنا۔ اس نے فوراً کہہ دینا ہے کہ میں نے تمہیں کچھ کہا ہو گا۔''

گھر پہنچے تو سب ہی سونے جا چکے تھے۔ درید لیونگ روم میں لیٹا تھا۔ حریم بیگ لے کر اندر چلی گئی۔

''تو یہاں سوئے گا.....؟'' وہ درید کے پاس آ گیا۔

''تو کیا تمہارا حریم کو یہاں سلانے کا ارادہ ہے تاکہ ساری دنیا کے سامنے اپنا اور اس کا تماشا بنوا سکو۔'' درید نے پلٹ کر بولا تو

میں دیکھنے کے لیے آیا تھا اور حیران رہ گیا۔ وہ دیوار کے ساتھ کمر کے کونے میں دبکی بیٹھی تھی۔ اور ہچکیوں سے اس کا سارا وجود ہل رہا تھا۔

''حریم.....'' اس نے پکارا تھا اور وہ یکدم چیخ مار کر اسے دیکھ کر اس سے لپٹ گئی تھی۔ اسفند کو شدت سے افسوس ہوا کہ وہ فراموش کیسے کر گیا۔ حالانکہ رات اپنے گھر جا کر اس کی حالت دیکھ چکا تھا۔ وہ اب تک مکمل طور پر اس حادثے کو نہیں بھولی تھی۔

اسفند نے اس کے گرد بازو پھیلا کر اس کو سمیٹ لیا۔

''بس حریم ریلیکس.....!'' دھیرے دھیرے اس کا سر تھپک کر اس نے تسلی دی۔

''دیکھو تم تنہا نہیں ہو، میں آ گیا ہوں ناں.....'' اس نے حریم کو خود سے الگ کر کے اس کا چہرہ تھام کر کہا تھا۔ رو رو کر برا حال کر لیا تھا اس نے۔ اس کی سوجی آنکھیں اسفند کو مزید شرمندہ کر گئیں۔ اس نے حریم کو تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔ اسے پانی پلایا تھا۔ کچھ وقت گزرا تو وہ سنبھلی تھی۔

''بھول جاؤ حریم وہ جو بیت گیا..... مت دو خود کو یہ تکلیف۔''

''وہ رات میری پوری زندگی پر محیط ہو گئی ہے۔ میں کیا کروں۔ وہ خوف، وہ وحشت میرے اندر سے نہیں نکلتی۔'' اب تک کسی معصوم بچے کی مانند سہمی ہوئی تھی وہ۔

''اللہ کی ذات پر یقین نہیں ہے تمہیں، اس پر ایمان کامل رکھو۔ صبر کرو وہ یقیناً ہمیں صبر عطا کرتا ہے۔ بھول جاؤ اسے اب تم تنہا نہیں ہو۔'' اسفند نے اس کے چہرے پر پھیلتے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

''صرف اسی ذات پر تو یقین ہے جو اب تک سانسیں چل رہی تھیں۔ میں تو گناہ گار ہوں۔ یہ اس کا ہی تو کرم ہے کہ اس نے آپ جیسا مسیحا سونپا ہے مجھے۔ میں آپ جیسے نیک سچے انسان کے نام سے منسوب ہوں وگرنہ میری کیا بساط ایک داغدار ذات ہے جسے خود اپنے ہی وجود سے نفرت.....'' اسفند نے اسکے لبوں پر ہاتھ دھر دیا۔

''اگر میری سچائی کو سمجھتی ہو، میری زبان پر اعتبار کرتی ہو تو سنو حریم فاطمہ، میرے لیے تم کائنات کی تمام عورتوں سے زیادہ پاکیزہ..... معصوم ہو۔ تمہارا کردار اور تمہارا وقار اُجلا ہے۔ آئندہ اپنے لیے پھر ایسے الفاظ استعمال نہ کرنا۔''

وہ حیران آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کے قریب بیٹھا پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مخاطب تھا اس سے، اور اسے آج علم ہوا تھا کہ اس شخص کی آنکھیں کس قدر خوبصورت ہیں اور ان میں سچائیاں صاف جھلکتی نظر آتی ہیں۔ بے اختیار ہی اس کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔ اور یکدم وہ نگاہیں جھکا گئی۔ اپنی بدلتی کیفیت سے وہ خود خائف ہوئی تھی۔ اس نے دھیرے سے اسفند کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹایا تھا اور خود بھی قدرے پیچھے کھسکی تھی۔ اسفند نے اس کی جھجک محسوس کر لی تھی تبھی اٹھ کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کا مطلب وہ اب بالکل نارمل تھی۔ تبھی اسفند کی قربت اس کو پریشان کر رہی تھی۔

''اماں بی نہیں آئی تھیں۔'' اس کے سوال پر وہ ہونق سی دیکھنے لگی تو اس نے سر پیٹا۔

تم مسیحا بن کر اس کا ہر درد بانٹتے رہے۔ پھر اب کیوں یہ گریز جب تمہارا ایمان ہے کہ ہر فیصلہ اللہ کی رضا سے ممکن ہے تو کیوں حریم کو دل سے اپنی بیوی تسلیم نہیں کر رہے ہو۔ درید بہت الجھا الجھا پوچھ رہا تھا۔

''یار تو کیوں نہیں مانتا میں نے پورے ہوش وحواس میں اس سے نکاح کیا ہے۔ اللہ کی ذات کو حاضر ناظر مان کر وہ میری بیوی ہے۔ میں پورے دل ودماغ سے یہ تسلیم کرتا ہوں۔'' اسفند نے یہ کہتے ہوئے اپنا سر صوفے کی پشت پر ٹکا دیا۔

''پھر وہ کیا چیز ہے جو اس کے اور تیرے درمیان حائل ہے۔'' آج تو جیسے درید سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ یہاں وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔

''یہ ہی سوال تو وہ خود سے کر رہا تھا کہ اگر میں حریم کو اپنی تمام حقیقت بتا دوں تو کیا وہ قبول کر پائے گی اس سچ کو..... کہ جس دل میں صرف اسے ہونا چاہیے وہاں کوئی اور تھا۔''

''وہ تمہارا ماضی تھا اور حریم تمہارا حال، تمہارا مستقبل ہے۔ اگر واقعی تیرے دل میں اب کچھ نہیں ہے تو.....'' درید نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''درید! انسان شاید پہلی محبت عمر بھر نہیں بھول سکتا۔''

''کیا کیجیے ان کا اسفند ضیاء جو خود بھولنا نہ چاہتے ہوں۔ کب تک فرار پا سکو گے اس حقیقت سے ایک معصوم لڑکی کی ذمہ داری قبول کی ہے تم نے۔ وہ شرعی بیوی ہے تمہاری..... اس کے کچھ حقوق ہیں جو تم پر واجب ہیں۔ میرے نزدیک اگر اب بھی تم اپنے دل میں عینی کنول کی یادیں لیے بیٹھو گے تو تم خیانت کے مرتکب ہو گے۔ وہ تلخ ہونا نہیں چاہتا تھا مگر حریم اسے سگی بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ اس کی وجہ سے اب اکثر وہ اسفند سے بحث کرتا تھا۔

اور پھر وہ اسفند سے خفا ہو گیا اور بہت سارے دن اسی ناراضگی میں گزر گئے۔

آج وہ بہت دنوں کے بعد پھر قاری صاحب کے سامنے دوزانو بیٹھا تھا۔

''ایک بار پھر میری زندگی کٹھن موڑ پر ہے قاری صاحب، اور میری حالت ایسی ہے کہ میں خود کو کسی بھی فیصلے پر آمادہ نہیں کر پا رہا۔'' اور پھر وہ سب بتاتا چلا گیا۔

''کیا تمہیں اس پاک ذات پر یقین نہیں رہا، جو بک کل ہو، بے قرار ہو۔ اور اس کے کیے گئے فیصلے کو ماننے سے انکاری ہو۔''

''نہیں قاری صاحب اس پر ایمان تو پختہ ہے۔ دل اس پر بھی راضی ہے کہ یہ فیصلہ صرف اس کا ہے۔''

''پھر..... شکر ادا کرو اس رب کا جس نے تمہیں چنا ہے ایک بے سہارا لڑکی کو سہارا دینے کے لیے۔ وہ رحیم ہے کریم ہے۔ بے شک وہ بہتر جانتا ہے تبھی تو اس نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔''

''شکر گزار ہوں میں اس رب کا جس نے مجھے اتنی توفیق دی۔ مگر قاری صاحب یہ بے کلی یہ بے سکونی کیا ہے۔''

''تم بھول گئے بچے کہ میں نے تمہیں کیا سمجھایا تھا۔ صبر کرو۔ اس پر جو تمہیں نہ ملا اور ہو سکتا ہے اس صبر سے اللہ پاک تمہارے